عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ترجمان

ہفت روزہ

ختم نبوۃ

انٹرنیشنل

جلد نمبر ۱۳ ● شمارہ نمبر: ۱۴

KHATME NUBUWWAT

(AN INTERNATIONAL WEEKLY MAGAZINE)

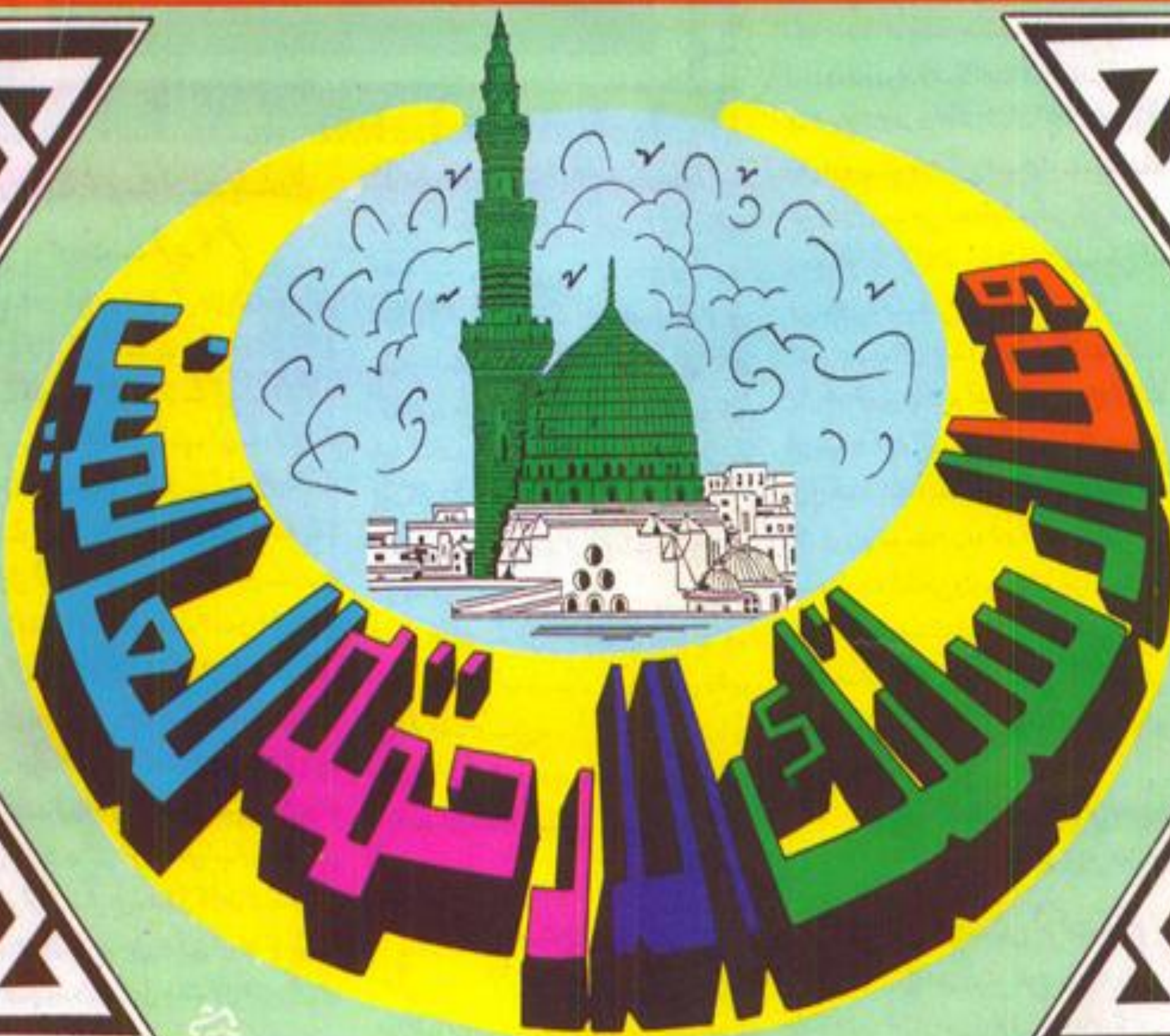

خلیفۂ وقت کی بیدار مغزی اور محاسبہ کی اعلیٰ مثال ● علامہ اقبالؒ کے حضور میری حاضری

مغربی تہذیب کی دلدل میں نئی نسل دھنستی جا رہی ہے ● کفایت شعاری

مرزا طاہر

دن میں خواب دیکھنا چھوڑ دے

مرزا طاہر کے حالیہ بیان پر

مبلغ ختم نبوت مولانا محمد علی صدیقی کا منہ توڑ جواب

موت کے سوا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گستاخ کی کوئی سزا منظور نہیں

حکمران قادیانیت اور عیسائیت نوازی چھوڑ دیں

آپ کے مسائل

بغیر اجازت شوہر کے گھر سے جانے والی عورت کے خرچہ کا حکم

سوال :- آج سے نو سال قبل میری شادی ہوئی' لڑکی کی والدہ کراچی آئی' کھانے پینے کی کمی اور لڑکی کو اکیلا چھوڑنے کا عذر بنا کر لڑکی کو ساتھ لے گئی۔ اب جبکہ تقریباً چار سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے۔ لڑکی کے والدین کے پاس میرے والد صاحب اور برادری کے آدمی راضی نامہ کے لئے جاتے رہے لیکن لڑکی کے والدین بات بننے کے لئے یا قابل قبول شرائط کے لئے تیار نہیں تھے۔ لڑکی کے والدین نے لڑکی کو لاتے ہی ملازمت پر لگا دیا۔ لڑکے کی طرف سے یہ پیشکش بھی کی گئی کہ دو دو آدمی آپس میں بیٹھ کر جو بات بھی طے کرلیں وہ لڑکے والوں کو منظور ہے۔ مگر کوئی صورت بھی کارگر نہ ہوئی۔ اللہ رب العزت نے ابتدائی سالوں میں ایک بچہ بھی عنایت فرمایا تھا' وہ بھی والدہ ہی کے پاس ہے' اس کو ملنے کی بھی اجازت نہیں تھی۔ بہرحال اب لڑکی کے والدین نے تین شرطیں رکھی ہیں۔ ۱۔ لڑکی کا فیصلہ جرگے میں دیا جائے۔ ۲۔ ساڑھے چار سال کا خرچ بھی ادا کیا جائے۔ ۳۔ آئندہ کی ذمہ داری بھی لی جائے۔ لڑکی کا زیور جس کی مالیت ۱۰ تولے کے قریب ہے لڑکی کے والدین کے پاس ہے۔

آپ سے گزارش ہے کہ ان واقعات کی روشنی میں۔

۱۔ اگر خاوند بیوی کو لائے تو قرآن و حدیث کی روشنی میں اسے کتنا خرچہ دینا ہے۔

۲۔ اگر خدانخواستہ لڑکی کا معاملہ طے نہیں ہوتا تو بچے کے بارے میں بھی اس کا خرچ اور تربیت کس طرح ہو۔ اب بچے کی عمر تقریباً سات سال کے لگ بھگ ہے۔

۳۔ لڑکی کی ملازمت کی تنخواہ گھر میں لانے کے بعد گھر کے کاموں میں استعمال کی جاسکتی ہے یا کہ نہیں؟ جبکہ محض وقت گزارنے کے لئے اسے ملازمت پر لگایا گیا ہے۔

جواب :- ۱۔ لڑکی کے والدین کا لڑکی کو لے جانا' چار سال تک میاں بیوی کو ایک دوسرے سے ملنے نہ دینا' اور لڑکی کو بھیجنے کے لئے غیر ضروری شرطیں لگانا شرعاً ناجائز ہے' حالات ہمیشہ یکساں نہیں رہتے' آج کے امیر کبیر کل فقیر ہوسکتے ہیں' اور آج کے تنگدست کل مالدار ہوسکتے ہیں۔ لڑکی کے والدین کو چاہئے کہ لڑکی کو خوشی سے رخصت کردیں' اللہ تعالیٰ اس کو اس کے گھر میں خوشی اور مسرت عطا فرمائیں۔

۲۔ لڑکی چونکہ شوہر کی اجازت اور رضامندی کے بغیر چار سال سے اپنے میکے میں رہ رہی ہے' اس لئے اس کا خرچ بھی والدین کے ذمہ ہے' شوہر کے ذمہ اس کا خرچ نہیں' جب تک کہ وہ شوہر کے گھر نہ آجائے' اس چار سال کے عرصہ کا خرچ شوہر کے ذمہ ڈالنا شرعاً ظلم اور ناجائز ہے۔

۳۔ جو چیزیں لڑکی کی ملکیت ہیں (زیورات وغیرہ) ان میں کسی کے حق نہیں۔

۴۔ بغیر ضرورت کے لڑکی کا ملازمت کرنا ناجائز ہے' اور والدین کے لئے موجب عار ہے کہ لڑکی کی تنخواہ کی خاطر وہ اس کا گھر آباد نہ ہونے دیں۔

۵۔ خدانخواستہ اگر علیحدگی ہوجائے تو لڑکا چونکہ سات سال کا ہوچکا ہے' اس لئے وہ) اپنے باپ کے پاس رہے گا۔ واللہ اعلم۔

طلاق ہونے پر جہیز کا حکم

سوال :- محترم میں نے اپنی بیوی توقیر سلطانہ ولد عبدالشکور (مرحوم) کو مورخہ ۸ر جولائی کی رات کو غصہ کی حالت میں طلاق کے یہ الفاظ کہے۔

"میں نے تمہیں طلاق دی' طلاق دی' طلاق دی۔"

اب آپ سے درخواست کے ساتھ مندرجہ ذیل باتیں شرع کی روشنی میں پوچھنا چاہتا ہوں۔

۱۔ طلاق کی کیفیت۔

۲۔ عورت کی طلاق کے بعد عدت کے ایام کی ذمہ داری شوہر پر۔

۳۔ جہیز کے سامان کی ادائیگی۔

۴۔ شوہر کی جانب سے چڑھایا ہوا زیور اور دوسری اشیاء۔

۵۔ مہر کی رقم کی ادائیگی۔ (سلیم جاوید انصاری)

جواب :- ۱۔ تین طلاق مغلظاً واقع ہوگئیں' بغیر تحلیل شرعی کے نکاح بھی نہیں ہوسکتا جیسا کہ قرآن کریم ہے۔ فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجاً غیره و فی الدر المختار والبدعی ثلث متفرقه الخ۔ قوله ثلث متفرقته و کذا بکلمته واحد بالاولی و عن الامامیه لا یقع بلفظ الثلث الخ۔ و ذهب جمهور الصحابته والتابعین و من بعدهم من آئمته المسلمین الی انه یقع ثلث الخ (شامی ص) وفی فتح القدیر و قد ثبت النقل عن اکثرهم صریحا بالقاع الثلث ولم یظهر لهم مخالف فماذا بعد الحق الا الضلال و عن هذا قلنا لو حکم حاکم بانها واحد لم ینفذ حکمته لانه لا یسوغ فیه الجتهاد فهو خلاف لا اختلاف الخ (ص)۔

۲۔ شوہر پر زمانہ عدت کا نفقہ (خوراک' پوشاک اور رہائشی مکان) واجب ہے اور مہر بھی واجب الاداء ہے۔ المعتقد عن الطلاق تستحق النفقه والسکنی کان الطلاق رجعیاً او بائنا او ثلاثا حاملا کانت اولم تکن (کذا فی فتاوی قاضیخان ص ج)

۳۔ یہ مسئلہ دراصل عرف و رواج کے تابع ہے' ہمارے یہاں کا دستور یہ ہے کہ جو تحفہ و تحائف اور جہیز لڑکی کے ماں باپ اور عزیز و اقارب کی طرف سے دیا جاتا ہے وہ لڑکی ہی کی ملک ہوتا ہے اور جو تحائف و زیورات شوہر یا اس کے خاندان کی جانب سے ہوں وہ شوہر کا ہے۔ کما فی الدر المختار مع الشامی ولو بعث الی امرأ شیئا ولم یذکر جهته عند الدفع غیر جهته المهر - الی قوله- فقالت هو ای المبعوث هدیته و قال هو من المهر او من الکسو فالقول له بمینه والبینته لها الخ (ص ۳۲ ج)

(بحوالہ فتاویٰ رحیمیہ ص ۳۴۳ ج۶)

(فتاویٰ دارالعلوم (قدیم) ص ۳۶۵ ج۸)

منکرات والی تقریب میں شرکت کا حکم

سوال :- دینی مسئلہ کچھ اس طرح ہے کہ آج کل کی بیاہ شادیوں پر فضول رسموں کی بھرمار ہے' کیا ایسی تقریبات میں شریک ہونا چاہئے' یا اس موقع پر کیا رویہ اختیار کرنا چاہئے۔ براہ کرم اس مسئلہ کا حل بتا کر شکریہ کا موقعہ فراہم کریں۔ والسلام

(محمد سرور مجاہد ختم نبوت)

جواب :- جس تقریب میں منکرات شرعیہ اور رسوم مروجہ کا ہونا پہلے سے معلوم ہو' اس میں کسی مسلمان کا شرکت کرنا درست نہیں بلکہ برضا و رغبت شرکت کرنا فسق اور گناہ ہے' اور اگر وہاں پہنچ کر علم ہو تو مقتداء مثلاً عالم دین یا مفتی کو تو فوراً واپس لوٹ آنا چاہئے البتہ عوام الناس کے لئے شرکت کی گنجائش ہے بشرطیکہ حتی المقدور منع کی کوشش کریں۔ دعی الی ولیمته و ثمته لعب او غناء قعد و اکل لو المنکر فی المنزل الخ (در مختار ص ا ج)۔ یہ اس صورت میں ہے کہ منکرات عین دستر خوان پر نہ ہوں' ورنہ عامی کے لئے بھی بیٹھنا جائز نہیں ہوگا۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ
ختم نبوۃ
کراچی
انٹرنیشنل

KHATME NUBUWWAT
(AN INTERNATIONAL WEEKLY MAGAZINE)

جلد نمبر ۱۳ ● شمارہ نمبر ۱۴ ● بتاریخ ۲۹ ربیع الاول تا ۳ ربیع الثانی ۱۴۱۵ھ ● بمطابق ۲ ستمبر تا ۸ ستمبر ۱۹۹۴ء

اس شمارے میں

۱۔ آپ کے مسائل اور ان کا حل ــــــ ۲
۲۔ نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ــــــ ۴
۳۔ اداریہ ــــــ ۵
۴۔ خلیفہ وقت کی بیدار مغزی اور محاسبہ کی اعلیٰ مثال ــــــ ۶
۵۔ خواتین کے لئے سوچنے کی بات ــــــ ۸
۶۔ مولانا عبداللہ خالد کا وصال ــــــ ۹
۷۔ کفایت شعاری ــــــ ۱۰
۸۔ انتظامات حج کا تنقیدی جائزہ ــــــ ۱۱
۹۔ علامہ اقبال کے حضور میری حاضری ــــــ ۱۳
۱۰۔ مغربی تہذیب کی دلدل میں نئی نسل ــــــ ۱۴
۱۱۔ اراکانی مسلمانوں کی جدوجہد آزادی ــــــ ۱۷
۱۲۔ موت کے سوا گستاخ رسول کی کوئی سزا منظور نہیں ــــــ ۱۹
۱۳۔ مرزا طاہر دن میں خواب دیکھنا چھوڑ دے ــــــ ۲۱
۱۴۔ سانس کی بدبو کا علاج ــــــ ۲۲
۱۵۔ اخبار ختم نبوت ــــــ ۲۳
۱۶۔ قادیانیت کا پوسٹ مارٹم (آخری قسط) ــــــ ۲۴
۱۷۔ قادیانی قاعدہ (قسط نمبر ۷) ــــــ ۲۵

سرپرست
حضرت مولانا خواجہ خان محمد زید مجدہ

مدیر اعلیٰ
حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی

مدیر مسئول
عبدالرحمن باوا

مجلس ادارت
مولانا عزیز الرحمن جالندھری
مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر
مولانا اللہ وسایا ● مولانا منظور احمد الحسینی
مولانا محمد جمیل خان ● مولانا سعید احمد جلالپوری

مدیر
حافظ محمد حنیف ندیم

سرکولیشن منیجر
محمد انور رانا

قانونی مشیر
حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ

کاتب
خوشی محمد انصاری

دفتر کراچی
جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ) پرانی نمائش
ایم اے جناح روڈ کراچی فون 7780337

مرکزی دفتر
حضوری باغ روڈ ملتان فون نمبر 40978

LONDON OFFICE:
35 STOCKWELL GREEN
LONDON SW9 9HZ U.K.
PHONE: 071-737-8199.

اندرون ملک چندہ
سالانہ ۱۵۰ روپے
ششماہی ۷۵ روپے
سہ ماہی ۴۵ روپے
فی پرچہ ۳ روپے

بیرون ملک چندہ
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا ۱۹۰ ڈالر
یورپ اور افریقہ ۷۰ ڈالر
متحدہ عرب امارات و انڈیا ۱۱۵ ڈالر
چیک ڈرافٹ بنام ہفت روزہ ختم نبوت
الائیڈ بینک حضوری باغ روڈ برانچ اکاؤنٹ نمبر ۳۶۳
کراچی پاکستان ارسال کریں

پبلشر : عبدالرحمن باوا ○ طابع : سید شاہد حسن ○ مطبع : القادر پرنٹنگ پریس ○ مقام اشاعت : ۱۴۳ پریڈی لائن کراچی

کیا اثر تھا رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں

تحریر۔ مولانا حکیم محمد اختر صاحب مدظلہ

نور سنت ہے کون و مکاں میں
کیا تجلی تھی تیرے بیاں میں

عبد و سلطاں کھڑے ایک صف میں
کیا اثر تھا رسالتؐ کی شاں میں

فرق کالے و گورے کا تو نے
کس طرح سے مٹایا جہاں میں

یہ تھا تیری غلامی کا صدقہ
شان سلطانیت شتریاں میں

جس نے کانٹے بچھائے تھے دیکھا
گل بداماں ترے بوستاں میں

جو چلا تیرے نقش قدم پر
کامراں ہے وہ دونوں جہاں میں

ہو قمر جیسے انجم میں روشن
آپ تھے محفل اختراں میں

آپ کی شان بے انتہا کو
کس طرح لائے اختر بیاں میں

مرزا طاہر! وہ دن ہوا ہوئے جب پسینہ گلاب تھا

اب مرزائیوں کو عبادت گاہوں کے نام پر فحاشی اور بدمعاشی کے اڈے قائم نہیں کرنے دیں گے

قادیانیوں کے بھگوڑے پیشوا مرزا طاہر نے برطانیہ میں اپنے سالانہ جلسہ (جسے وہ حج کا درجہ دیتے ہیں) میں تقریر کرتے ہوئے یہ پیشگوئی جھاڑی کہ عنقریب وہ وقت آرہا ہے جب پاکستان میں قادیانیت کا بول بالا ہوگا' اور ہم ہزاروں عبادت گاہیں تعمیر کر کے دم لیں گے "گستاخی رسولؐ کے قانون کی آڑ میں قادیانیوں کو پریشان کیا جارہا ہے..... مرزا طاہر کی یہ تقریر ڈش کے ذریعے ربوہ ٹیلی ویژن پر دکھائی گئی۔ (آغاز ۱۳/اگست ۱۹۹۴ء)

مرزا قادیانی نبی ہونے کا مدعی تھا جبکہ وہ نبی یا ولی تو در کنار ایک شریف انسان کہلانے کا بھی مستحق نہ تھا۔ جب اس ملعون نے نبوت کا دعویٰ کیا تو اس نے سوچا کہ میں نے نبوت کا دعویٰ تو کر دیا' لوگ مجھ سے معجزہ طلب کریں گے' اس لئے کہ خدا نے جتنے بھی نبی اور رسول بھیجے انہوں نے گمراہوں اور بگڑوں کو راہ ہدایت دکھانے کے لئے معجزات دکھلائے۔ معجزہ ایک خارق عادت خدائی امر ہوتا ہے' جو اللہ تعالیٰ کے سچے نبی ہی کے ہاتھ پر صادر ہوتا ہے۔ مرزا قادیانی یہ سمجھتا تھا کہ میں سچا نبی تو ہوں نہیں' اگر کسی نے مجھ سے معجزہ طلب کر لیا تو میں کیا کروں گا؟ چنانچہ اس نے معجزات کا ہی سرے سے انکار کر دیا۔

مرزائیوں کے نزدیک معجزے کی تعریف یہ ہے۔

"معجزہ کی مثال ایسی ہے کہ گرمی شدید پڑ رہی ہو' ایک پیر کے مرید ہوں' وہ مرید اپنے پیر سے کہیں کہ دعا کرو کہ ٹھنڈی ہوا چل جائے' وہ دعا کرے' اور پھر اس کے بعد ٹھنڈی ہوا بھی چل پڑے۔ اس سے مریدوں کا تو ایمان بڑھتا ہے کہ ہمارے پیر نے دعا کی اور ٹھنڈی ہوا چل گئی۔ مگر مخالف اس پر اعتراض کرتا ہے' وہ کہتا ہے کہ ہوا کا کام تو چلنا ہی ہے' یہ کیا معجزہ ہے؟ معجزہ کی مثال ایسی ہی ہے۔"
(اخبار الحکم قادیان نمبر ۴۴ ج ۳۷۔ ۷/ دسمبر ۱۹۳۴ء)

معجزہ شق القمر جو حضور سرور کائنات ﷺ کا مشہور معجزہ ہے' جس میں آپؐ کی ایک انگلی کے اشارے سے چاند دو ٹکڑے ہو گیا' جسے سب مسلمان مانتے ہیں' مگر مرزا قادیانی اپنی کمزوری پر پردہ ڈالنے کے لئے اس عظیم الشان معجزہ کی یوں تاویل کرتا ہے کہ وہ ایک قسم کا خسوف (گرہن) تھا۔ مرزا قادیانی اپنی کتاب نزول المسیح ص ۲۸ پر لکھتا ہے۔

" یہ آیت یعنی وان یروا ایۃ یعرضوا ویقولوا سحر مستمر یہ سورۂ قمر کی آیت ہے شق القمر کے معجزہ کے بیان میں۔ اس وقت کافروں نے شق القمر کے نشان کو ملاحظہ کر کے جو ایک قسم کا خسوف تھا' یہ ہی کہا تھا کہ اس میں کیا انوکھی بات ہے' قدیم سے ایسا ہی ہوتا آیا ہے۔ کوئی خارق عادت امر نہیں۔"

اخبار بدر قادیان نے ۲۴/مئی ۱۹۰۸ء کی اشاعت میں لکھا کہ۔

" ایک صاحب نے (مرزا صاحب سے) پوچھا شق القمر کی نسبت حضور کیا فرماتے ہیں؟ فرمایا۔ ہماری رائے میں یہ ہی ہے کہ وہ ایک قسم کا خسوف تھا۔ ہم نے اس کے متعلق اپنی کتاب چشمہ معرفت میں لکھ دیا ہے۔"

حضرت سیدنا مسیح ابن مریم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بے شمار معجزات عطا فرمائے' جن کا تذکرہ قرآن مجید میں ہے۔ ان کی پیدائش کو ہی لیجئے' وہ بھی ایک معجزہ ہے' پنگھوڑے میں کلام کرنا یہ بھی ایک معجزہ ہے' لیکن مرزا قادیانی ان کے تمام معجزات کا ہی سرے سے انکار کرتا ہے اور لکھتا ہے کہ۔

"عیسائیوں نے آپ (یسوع مسیح) کے معجزات لکھے ہیں۔ مگر حق بات یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ نہیں ہوا۔ ممکن ہے آپ نے معمولی تدبیر کے ساتھ کسی شب کور وغیرہ کا علاج کیا ہو۔ مگر بدقسمتی سے اس زمانے میں ایک تالاب بھی موجود تھا۔ اسی تالاب سے آپ کے معجزات کی حقیقت کھلتی ہے۔ اور اسی تالاب نے فیصلہ کر دیا کہ آپ سے کوئی معجزہ ظاہر ہوا تو وہ معجزہ آپ کا نہیں بلکہ اس تالاب کا معجزہ ہے۔ آپ کے ہاتھ میں سوائے مکر و فریب کے کچھ نہ تھا۔" (ضمیمہ انجام آتھم ص ۶-۷)

الغرض مرزائے قادیانی نے معجزات کا انکار کیا' کیوں کیا؟ اس کے بارے میں ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ اس نے نبوت کا دعویٰ تو کر ڈالا لیکن معجزہ جو ایک خارق عادت امر ہے' وہ اس کے بس کی بات نہ تھی۔ آخر تنگ آکر اس نے پیشگوئیوں کو اپنی نبوت کا معیار قرار دیا۔ اس نے لکھا۔

" ہمارا صدق یا کذب جانچنے کو ہماری پیشگوئی سے بڑھ کر اور کوئی محک امتحان نہیں۔" (آئینہ کمالات ص ۲۸۸، ج ۵)

اس نے مزید کہا کہ۔

"کسی انسان خاص کر کسی مدعی الہام کا اپنی پیشگوئی میں جھوٹا نکلنا خود تمام رسوائیوں سے بڑھ کر رسوائی ہے۔" (تریاق القلوب ص ۷۰۱ طبع اول)

حاصل یہ نکلا کہ مرزا قادیانی معجزات انبیاء کا منکر تھا اور اس کے پیروکار قادیانی معجزات کے منکر ہیں' جیسا کہ مذکورہ بالا حوالہ جات سے ظاہر ہے کہ پیشگوئیاں ہی نبوت کا معیار ہیں۔ ہمیں اس سے انکار نہیں کہ انبیاء علیہم السلام نے پیشگوئیاں کی ہیں' اور انہوں نے جو بھی پیشگوئیاں کیں وہ حرف بہ حرف پوری ہوئیں' لیکن مرزا قادیانی نہ تو نبی تھا' نہ ولی بلکہ وہ تو شریف انسان کہلانے کا حقدار بھی نہیں تھا' اسی لئے اس کی کوئی پیشگوئی پوری نہیں ہوئی' جس پر شاعر کو کہنا پڑا۔

کوئی بھی بات مسیحا تری پوری نہ ہوئی
نامرادی میں ہوا ترا آنا جانا

یوں تو مرزا قادیانی نے بہت سی پیشگوئیاں لکھی ہیں' ہم ان پر بحث کریں تو ایک ضخیم کتاب درکار ہوگی' بطور نمونہ ایک پیشگوئی ملاحظہ فرمایئے۔ مرزا قادیانی نے مشہور عیسائی ڈپٹی عبداللہ آتھم کے متعلق پیشگوئی کی کہ۔

"آج رات جو مجھ پر کھلا ہے وہ یہ ہے کہ جبکہ میں نے بہت تضرع اور ابتہال سے جناب الٰہی میں دعا کی کہ تو اس امر میں فیصلہ کر اور ہم عاجز بندے تیرے ہیں' تو اس نے مجھے یہ نشان دیا کہ اس بحث میں (مرزا قادیانی اور عیسائیوں کے درمیان ۱۸۹۳ء میں ایک مباحثہ ہوا' جو پندرہ دن تک ہوتا رہا' جس میں مرزا قادیانی فتح نہ پاسکے تو اپنے چہرے سے ذلت و رسوائی کی کالک اتارنے کے لئے یہ پیشگوئی گھڑی) دونوں فریقوں میں سے جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور سچے خدا کو چھوڑ رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے' وہ انہی دنوں مباحثہ کے لحاظ سے یعنی فی دن ایک مہینہ لے کر ۱۵ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جائے گا۔ اس کو سخت ذلت پہنچے گی۔ بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے اور جو شخص سچ پر ہے اور سچے خدا کو مانتا ہے (یعنی مرزا) اس کی عزت ظاہر ہوگی۔"

اس کے بعد مرزا قادیانی انتہائی زوردار الفاظ میں لکھتا ہے۔

"میں اقرار کرتا ہوں کہ اگر یہ پیشگوئی جھوٹی نکلے' یعنی وہ فریق جو خدا کے نزدیک جھوٹ پر ہے' پندرہ ماہ کے عرصے میں آج کی تاریخ ۵ر جون ۱۸۹۳ء) سے بسزائے موت ہاویہ میں نہ پڑے تو میں ہر سزا کے اٹھانے کے لئے تیار ہوں مجھ کو ذلیل کیا جاوے' روسیاہ کیا جاوے' میرے گلے میں رسہ ڈال دیا جاوے' مجھ کو پھانسی دی جاوے' ہر ایک بات کے لئے تیار ہوں۔ اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ضرور وہ ایسا ہی کرے گا' ضرور کرے گا' زمین و آسمان ٹل جائیں' پر اس کی باتیں نہ ٹلیں گی۔" (جنگ مقدس)

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ پیشگوئی آتھم کے بارے میں تھی یا کسی فریق کے بارے میں؟ اس کے متعلق مرزا قادیانی خود یہ کہتا ہے۔

"عبداللہ آتھم کی درخواست پر پیشگوئی صرف اس کے واسطے تھی' کل متعلقین مباحثہ کی بابت پیشگوئی نہ تھی۔" (کتاب البریت ص ۱۷۳)

مرزائی اس بارے میں بہت ہیر پھیر سے کام لیتے ہیں۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ پیشگوئی آتھم ہی کے متعلق تھی۔ پندرہ ماہ شدت کے ساتھ تمام مرزائی اس کی موت کا انتظار کرتے رہے' یہاں تک کہ چنوں پر الم ترکیف کا ختم کرایا گیا اور وہ چنے ایک اندھے کنویں میں ڈالے گئے' جب وہ مقررہ مدت میں نہ مرا تو پورے قادیان اور خود مرزا قادیانی کے گھر میں کہرام برپا تھا۔ خلاصہ یہ کہ مرزا قادیانی نے اپنے صدق یا کذب کا معیار اپنی پیشگوئیوں کو ٹھہرایا تھا' لیکن نہ صرف یہ پیشگوئی بلکہ اس کی کوئی بھی پیشگوئی پوری نہ ہوئی۔ مرزا قادیانی کے بیٹے آنجہانی مرزا محمود قادیانی نے سوچا کہ میں کیوں پیچھے رہوں' وہ بھی اپنے باپ کے نقش قدم پر چلا اور مایوس و بددل مریدوں اور پیروکاروں کو تسلی دینے کے لئے مرزائی حکومت کے قیام کی پیشگوئی کی اور کہا۔

"پس نہیں معلوم ہمیں کب خدا کی طرف سے دنیا کا چارج سپرد کیا جاتا ہے' ہمیں اپنی طرف سے تیار ہو رہنا چاہئے کہ دنیا کو سنبھال سکیں۔"

(مرزا محمود کا خطبہ۔ الفضل قادیان ۲۷ر فروری تا ۲ر مارچ ۱۹۲۲ء ج ۹ نمبر ۶۷۔۶۸)

اس کے بعد آنجہانی مرزا محمود نے یہ بھی کہا کہ۔

" حکومت ہمارے پاس نہیں کہ ہم جبر کے ساتھ ان لوگوں کی اصلاح کریں اور ہٹلر یا مسولینی کی طرح جو شخص ہمارے حکموں کی تعمیل نہ کرے' اسے ملک سے نکال دیں اور جو ہماری باتیں سنے اور ان پر عمل کرنے پر تیار نہ ہو تو اسے عبرت ناک سزا دیں' اگر حکومت ہمارے پاس ہوتی تو ہم ایک دن کے اندر اندر یہ کام کر لیتے۔"

(الفضل قادیان جلد ۲۳ مورخہ ۲ر جون ۱۹۳۶ء)

الفضل قادیان نے لکھا کہ۔

"بے شک قادیان ہمارا مذہبی مرکز ہے لیکن اس وقت ہم نہیں کہہ سکتے کہ ہماری قوت اور ہمارے وقار کا مرکز کون سے مقام پر ہوگا؟ یہ مرکز ہندوستان کے کسی بھی شہر میں قائم ہو سکتا ہے۔"

(الفضل ۲۹ر نومبر ۱۹۳۴ء)

قیام پاکستان کے بعد مرزا محمود نے اپنے مخالف علماء اور مسلمانوں کے بارے میں یہ پیشگوئی کی۔

"وہ وقت آنے والا ہے کہ جب یہ لوگ (مخالف علماء اور مسلمان) مجرموں کی حیثیت سے ہمارے سامنے پیش ہوں گے۔"

(دسمبر ۱۹۵۱ء میں مرزائیوں کے سالانہ جلسہ منعقدہ ربوہ میں مرزا محمود کی تقریر)

مرزا محمود ۵۲ سال کی عمر میں عرصہ دراز تک موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا رہ کر سوئے جہنم روانہ ہو گیا' لیکن اس کی الگ سلطنت کے قیام کی حسرت پوری نہ ہو سکی۔ مرزا

محمود کے بعد اس کا بیٹا آنجہانی مرزا ناصر اس کا جانشین بنا۔ جب فضائیہ کا سربراہ ظفر چوہدری قادیانی تھا تو اس نے ربوہ کے سالانہ جلسہ پر فضائیہ کے طیاروں کی سلامی دی' اس صورت حال سے جلسہ میں بیٹھے قادیانی ڈر گئے کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ لوگوں کے سراسیمہ چہرے دیکھ کر مرزا ناصر نے کہا کہ "گھبراؤ نہیں' یہ اشارہ ہے کہ پھل پک چکا ہے اور عنقریب تمہاری جھولی میں گرنے والا ہے۔" اس نے دوسری پیشگوئی ایک لڑکی ڈاکٹر طاہرہ کے بارے میں کی۔ ہوا یوں کہ اس کا والد کاغذ پر لکھی ہوئی اپنی لڑکی کے رشتوں کی فہرست لے کر آیا اور کہا۔

"حضرت والا! میری لڑکی ڈاکٹرہ طاہرہ کے بارے میں یہ رشتے آئے ہیں۔ ان میں سے آپ جو منظور فرمائیں' اس کے ساتھ نکاح کر دیا جائے گا۔"

مرزا ناصر نے کہا کہ۔

"میں استخارہ کروں گا۔ تم اگلے روز آنا۔"

وہ جب دوسرے دن پہنچا تو اس نے فہرست میں سب کے نام کاٹ دیئے اور اوپر اپنا نام لکھ دیا۔ فہرست تھماتے ہوئے اس کے والد سے کہا کہ میں نے استخارہ کیا ہے' جس میں مجھے خدائی اشارہ ملا ہے کہ یہ نکاح تمہارے لئے بہت بابرکت ثابت ہوگا۔ بڑی دھوم دھام سے یہ بابرکت نکاح ہوا۔ کچھ دن بعد وہ ہنی مون منانے کے لئے اسلام آباد گئے اور قصر خلافت میں قیام کیا۔ وہاں ساتھ ہی مسجد ہے' جہاں ختم نبوت کانفرنس منعقد ہو رہی تھی۔ مولانا اللہ وسایا نے مرزائیت کے پوسٹ مارٹم کے ساتھ قادیان کی رائل فیملی کی عیاشیوں اور بدمعاشیوں کا تذکرہ اس انداز سے کیا کہ مرزا ناصر کا دماغ ہل گیا' دل نے جسم کا ساتھ چھوڑ دیا اور بالآخر وہ جہنم کا ایندھن بن گیا۔

اب اس کے بھائی مرزا طاہر نے پیشگوئی کی ہے کہ پاکستان میں قادیانیت کا بول بالا ہوگا اور ہم ہزاروں عبادت گاہیں تعمیر کریں گے۔ ہم دعوے سے کہہ سکتے ہیں کہ پاکستان میں ایسا نہیں ہو سکتا۔ ممکن ہے کہ وفاقی وزیران سردار آصف' اقبال حیدر اور پنجاب کے وزیر اعلیٰ میاں منظور وٹو نے مرزا طاہر کو اس سلسلہ میں کوئی یقین دہانی کرا دی ہو' لیکن اہل پاکستان کے نزدیک ان کی حیثیت پرکاہ کے برابر بھی نہیں ہے۔ اگر مذکورہ وزراء نے کوئی یقین دہانی نہیں کرائی تو پھر ہم یہ کہیں گے کہ مرزا طاہر نے اپنے مایوس اور بددل مرزائیوں کو پیشگوئی کے نام سے کھلونا دیا ہے کہ اس سے کھیلتے رہو اور دل بہلاتے رہو۔ نہ مرزا طاہر کے دادا مرزا قادیانی کی کوئی پیشگوئی پوری ہوئی نہ آنجہانی مرزا محمود (مرزا طاہر کا باپ جو پیشگوئیاں گھڑنے میں ماہر تھا) کی کوئی پیشگوئی پوری ہوئی۔ مرزا طاہر کا بھائی مرزا ناصر تو پیشگوئیاں کر کے انتہائی ذلیل اور رسوا ہوا۔ مرزا طاہر پہلے بھی اس قسم کی پھلجھڑیاں چھوڑتا رہا ہے اور اپنے مایوس و بددل پیروکاروں کو خوش کرتا رہا ہے۔ اسے یاد رکھنا چاہئے کہ انگریز گیا جس کے کھونٹے پہ مرزا طاہر اور اس کا خاندان ناچا کرتا تھا اور عیاشیاں و بدمعاشیاں کرتا تھا۔ اب شمع ختم نبوت کے پروانوں کا دور ہے۔ یہاں شمع ختم نبوت کے پروانے مرزائیوں کو عبادت گاہوں کے نام پر فحاشی اور بدمعاشی کے اڈے قائم نہیں ہونے دیں گے۔ پہلے قادیانیوں نے اپنے عبادت خانوں کو سینما گھر بنا رکھا ہے۔ ڈش انٹینا کے ذریعے فحش اور گندی فلمیں دکھائی جاتی ہیں' اب جو نام نہاد عبادت گاہیں تعمیر ہوں گی' ان میں مجرے ہوا کریں گے' کنجریوں کے ناچ ہوں گے۔ ہر وہ مسلمان جس میں غیرت کا جوہر موجود ہے ہرگز اس امر کو برداشت نہیں کرے گا اور مرزا طاہر کی اس پیشگوئی کا انجام بھی وہی ہوگا جو اس کے دادا' باپ' بھائی کی پیشگوئیوں کا ہو چکا ہے۔ مرزا طاہر اپنے گوشہ دماغ میں یہ بات اچھی طرح بٹھا لے کہ۔

وہ دن ہوا ہوئے جب پسینہ گلاب تھا

تحریر۔ پروفیسر محمد اجتبائی ندوی صدر شعبہ عربی و فارسی الہ آباد یونیورسٹی الہ آباد

خلیفہ وقت کی بیدار مغزی اور محاسبہ کی اعلیٰ مثال

بحرین کا چوہدری اسی ہتھیار کا شکار ہو چکا تھا جسے اس نے خود استعمال کیا تھا

امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ اسلامی سلطنت کے صوبوں پر گورنر متعین کرنے میں بے حد محتاط تھے' اسی شخص کو گورنر یا حکومت کا کارکن مقرر فرماتے تھے جس پر پورا بھروسہ ہوتا تھا کہ وہ انتہائی تقویٰ' خدا ترسی' بے لوثی اور بیدار مغزی سے کام کرے گا۔ ان کے اس سلسلہ میں چند اصول تھے' جن کا وہ احترام کرتے تھے۔

ا۔ کسی شخص کو گورنر مقرر کرنے سے پہلے اس کی منقولہ و غیر منقولہ جائیداد اور آمدنی کی فہرست بنوا لیتے تھے تاکہ گورنری کے بعد زائد مال کا حساب کیا جا سکے کہ اس اضافہ کی کوئی معقول وجہ ہے یا نہیں؟ اگر کوئی گورنر یہ وجہ جواز پیش کرتا کہ اس نے گورنری کے دوران تجارت کی ہے تو اس کا یہ عذر قابل قبول نہ ہوتا۔ وہ گورنروں سے فرماتے کہ۔

"ہم نے آپ کو گورنر بنا کر بھیجا تھا تاجر بنا کر نہیں بھیجا تھا۔"

۲۔ ان گورنروں کی نگرانی کے لئے کچھ لوگ مقرر کر رکھے تھے جو انہیں رپورٹ دیتے رہتے تھے اس بناء پر ہر گورنر چوکنا اور ہوشیار رہتا کہ مبادا امیر المومنین تک اس کی کوئی شکایت نہ پہنچا دی جائے۔

۳۔ پورے ملک میں ان کی جانب سے نگرانی اور احتساب کے لئے کچھ افراد بھیجے جاتے تھے جو براہ راست مظلوموں اور دادرسوں کی فریاد پہنچاتے تھے اور آپ بذات خود اس کی تحقیق اور جانچ کرتے تھے۔

۴۔ گورنر اور سرکاری عملہ کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ وہ اپنے شہر اور گھروں میں واپس آئیں تاکہ ان کے ہمراہ آیا ہوا سامان نظر میں رہے اور راستوں میں متعینہ پہرہ دار اور نگراں اس کی اطلاع پہنچا سکیں۔

۵۔ حج کے موقع پر تمام گورنروں اور سرکاری کارکنوں کی حاضری کر دی تھی تاکہ سال بھر کے کاموں کا جائزہ اور رپورٹ پیش کریں اور اگر کوئی شکایت یا شبہ ہو تو اس صوبے سے آنے والے لوگوں سے اس کی تصدیق کرلی

جائے۔

ان اصولوں پر سختی سے پابندی کرتے تھے۔ اس کے علاوہ معاملات اور مسائل پر بڑی گہری نظر رکھتے تھے۔ انتہائی باریک بینی اور خصوصی ذرائع سے اس کی جانچ کرتے تھے۔

اس سلسلہ میں ایک واقعہ ملاحظہ کریں۔

حضرت معاویہ شام کے گورنر تھے۔ شام اپنی شادابی' غلوں اور میوہ جات کی فراوانی اور مال و دولت کی بناء پر بڑا پرکشش تھا چونکہ وہ رومی سلطنت کا عرصہ دراز تک صوبہ رہ چکا تھا اس لئے مختلف تہذیبوں' زبانوں اور مذاہب کا مرکز تھا۔ اس بناء پر وہاں سے فائدہ اٹھانے اور دورہ کرنے کا عموماً لوگوں کو اشتیاق رہتا تھا۔

امیر المومنین عمرؓ کی جانب سے کڑی نگرانی اور احتساب کا ایک واقعہ پڑھ لیجئے۔

صوبہ بحرین مختلف قوموں' زبانوں اور مذاہب کی بستی ہونے کی وجہ سے ہنگاموں اور نت نئے مسائل کی آماجگاہ تھا۔ وہاں کے انتظام کے لئے امیر المومنین نے حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کو ان کے تدبر' حکمت اور دانائی و ذہانت کی بناء پر انتخاب فرمایا۔ حضرت مغیرہ نے اپنی سیاسی سوجھ بوجھ سے بحرین میں امن و امان اور استقرار قائم کردیا اور معاملات و مسائل کے حل میں سختی اور پختگی کا ثبوت دیا۔ لیکن بعض معاملات میں ہدایتوں اور احکام کے نفاذ میں اپنے اختیار و رائے سے بھی کام لیا۔ بحرین کے چودھریوں کو تنگی محسوس ہوئی تو انہوں نے امیر المومنین کو شکایت لکھ بھیجی۔ حضرت عمرؓ کو جو رپورٹ ملی اس کے پیش نظر حضرت مغیرہ کو معزول کرنے کا ارادہ کرلیا۔ بحرین کے ان چودھریوں کو اس کی اطلاع ملی تو وہ خوش ہوئے اور مزید پیش بندی کے لئے آپس میں مشورہ کیا کہ کوئی ایسی ترکیب کی جائے کہ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ دوبارہ بحرین نہ آسکیں چنانچہ چودھریوں کے سردار نے یہ تجویز پیش کی کہ تم لوگ ایک دستاویز لکھ دو کہ مغیرہ بن شعبہؓ نے ایک لاکھ درہم بیت المال سے بچا کر میرے پاس رکھوا دیئے تھے۔ ان لوگوں نے یہ دستاویز لکھ دی۔ سردار وہ تحریر لے کر مدینہ منورہ آیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پیش کردی حضرت عمرؓ یہ دیکھ کر سخت ناراض ہوئے اور مغیرہ بن شعبہؓ کو فوراً بلا بھیجا۔ حضرت مغیرہ مجلس کی کیفیت اور امیر المومنین کا چہرہ دیکھ کر سمجھ گئے اور مسئلہ سے نمٹنے کے لئے ہمہ تن تیار ہوگئے۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا۔

"مغیرہ بن شعبہ! تمہارے کرتوت بحرین سے مدینہ تک پہنچ چکے ہیں۔ کیا تمہیں تسلیم ہے کہ تم نے بیت المال کا ایک لاکھ درہم چرا کر اس چودھری کے پاس رکھ دیا تھا؟"

حضرت مغیرہ نے جواب دیا۔

"ہاں امیر المومنین مجھے اعتراف ہے کہ میں نے ایک لاکھ درہم نہیں بلکہ دو لاکھ درہم اس چودھری کے پاس امانت رکھوائے تھے۔"

امیر المومنین نے پوچھا کہ۔

"تم نے ایسا کیوں کیا؟"

مغیرہ نے جواب دیا۔

"ضرورت اور بچوں کی خوشحالی کے لئے میں نے یہ کام کیا اور اللہ تعالیٰ سے عفو و درگزر کا امیدوار ہوں۔"

حضرت عمرؓ چودھری کی جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ۔

"تم کیا کہتے ہو؟ تم نے ایک لاکھ درہم کیوں چھپایا اور امانت میں خیانت کیوں کی۔"

بحرین کا چودھری اسی ہتھیار کا شکار ہوچکا تھا جسے اس نے خود استعمال کیا تھا۔ اب اس کے پاس سچ بولنے کے سوا اور کوئی چارہ نہ تھا اس نے پوری سازش کا قصہ امیر المومنین کو بتایا اور کہا کہ ہمارا مقصد یہ تھا کہ دوبارہ مغیرہ بن شعبہ بحرین گورنر ہو کر واپس نہ آسکیں۔

حضرت مغیرہ نے امیر المومنین کے سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ۔

"میں نے چودھری کی سازش کو خود اس کے ہی حربہ سے بے نقاب کیا اور اپنی جان بچائی۔"

حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ یہ ایک لاکھ درہم بحرین کے غریبوں میں تقسیم کردیئے جائیں اور چودھری کو فہمائش کی کہ آئندہ یہ الزام تراشی نہ ہونے پائے اور حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کی ذہانت اور حاضر جوابی پر خوشی کا اظہار فرمایا۔

حضرت مغیرہؓ نے کہا کہ۔

"امیر المومنینؓ آپ ہی کے عدل و انصاف اور بیدار مغزی کی وجہ سے حق کو بول بالا حاصل ہوا ہے۔"

●●

تحریر۔ مولانا عبدالکریم پاریکھ

خواتین کیلئے سوچنے کی بات

یورپ کا نسواں طبقہ گھریلو زندگی کے لئے ترس رہا ہے

تحریر و تقریر کے ذریعے اب تک اس معاملہ میں باطل کے وار کا نشانہ عورت کو بنایا گیا ہے۔ اس کے حقوق کی دہائی دی گئی۔ عورت کو ترقی کی راہ پر لے جانے کی باتیں کی جاتی رہیں حالانکہ مسلم خاتون اب بھی بحمد للہ اتنی محفوظ ہے کہ اس ●مودہ اور بناوٹی پرچار کی لپیٹ اس کے آنچل تک پہنچ ہی نہیں سکی' پھر بھی پروپیگنڈہ کی طاقت بہرحال اپنا اثر دکھا کر رہتی ہے۔ اس لئے ہماری بہنوں کو علم دین کی طرف توجہ کرنی چاہئے۔ یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ دین شریعت نے انہیں حقوق سے محروم کیا ہے بلکہ ہمیں سے انہیں اپنی مرضی کے نکاح کا حق ملا ہے۔

ماں باپ اور شوہر اور اولاد کی ملکیت میں تین طرفہ حقوق وراثت' خلع کا حق' معاشی ذمہ داریوں سے بڑی حد تک چھٹکارا' اعلیٰ تعلیم میں حدود شرعی کے دائرہ میں رہتے ہوئے ترقی کے کھلے راستہ پر چلنے کی آزادی۔ یہ سب انعام خداوندی نہیں تو اور کیا ہیں۔

کسی بھی پڑھی لکھی بہن کو یہ جان لینا چاہئے کہ معترضین کو آپ کی کسی پریشانی سے کوئی مطلب نہیں ہے بلکہ انہیں اس کام پر معقول اجرت دے کر پردہ کے پیچھے کوئی اور طاقت اپنی کٹھ پتلی بنائے ہوئے ہے۔

میرے یقین کی بنیاد جذبہ تشکیک
میں اپنا جسم نہیں ہوں کسی کا سایہ ہوں

یہ لوگ جو مسلمانوں کے شرعی نظام پر حملہ آور ہو رہے ہیں۔ از خود دین و شریعت سے نہ تو پریشان ہیں اور نہ انہیں کچھ اس سلسلہ کی معلومات ہیں نہایت ہی قاتر العقل قسم کے لوگ ہیں جو خود اپنا کوئی نظریہ نہیں رکھتے بلکہ الحاد و بے دینی کی طاقتوں کے تنخواہ دار چمچے ہیں محض مسلمان عورتوں کو شک و شبہ میں مبتلا کرنا اور اس سماج میں اپنے شرعی قانون پر تذبذب پیدا کرنا ہی ان کا کام ہے گویا یہ لوگ پیدائشی اعتبار سے مسلمانوں سے تعلق ہی کیوں نہ رکھتے ہوں بہرحال مقررہ شدہ کام میں دوسروں کے لئے قلم اور زبان رگید رہے ہیں۔

ماضی میں بھی بہت سے ملکوں میں اس طرح کی تحریکات اٹھی تھیں اور طبقہ نسواں کے بھولے پن سے یہ جماعتیں جب کامیاب ہو کر عوام میں مقبول ہوگئیں تب عورت سے حیا کی چادر بھی اتر گئی اور پورے خاندانی نظام کا تار پود ہوگیا۔ یورپ کا طبقہ نسواں اب گھریلو زندگی کے لئے ترس رہا ہے۔ عورت اب بیٹی' بیوی اور ماں نہیں رہی بلکہ مرد کی ہوس کا شکار ہے۔ شرعی قانون سے چھٹکارے کے یہ سب قصیے جوانی تک ہی باقی رہتے ہیں۔ جوانی ڈھلنے کے بعد ان ترقی پسند بھرویوں نے عورت کو پرانی جوتی کی طرح گھورے میں پھینک دیا۔

ضرورت ہے کہ عورت اس معاملہ میں چوکنا رہے اور پڑھی لکھی خواتین آگے آئیں اور کسی طرح بھی ان قاتلوں کے وار کو بہنوں کے دامن تقدس تک پہنچنے سے قبل ہی بے دم کردیں۔

●●

مُجاہدِختمِ نبوّت

مولانا محمد عبداللہ خالد کا وصال

تحریر۔ قاری محمد شاہ
مہتمم مدرسہ رحیمیہ نیو مراد پور مانسہرہ

۲۲ جون ۱۹۹۴ء کو حضرت مولانا محمد عبداللہ خالد خطیب مرکزی جامع مسجد مانسہرہ بھی داعی اجل کو لبیک کہہ کر وصال الی اللہ کی سعادتوں سے بہرہ ور ہو چکے ہیں۔ البتہ انکی حیات سے جو دینی و ملی فوائد و برکات تھے ان سے ہم سب تلامذہ اور احباب محروم ہو گئے ہیں جس پر جتنا بھی افسوس کیا جائے کم ہے۔ موت العالم موت العالم عالم دین کی موت ایک جہان کی موت ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ مرنے والوں کو ذکر خیر سے یاد کرنا خود ان کے حق میں بھی بہتر ہے اور باقی مسلمانوں کو بھی اس سے فائدہ ہوتا ہے۔ اسی کے پیش نظر خطیب صاحبؒ کا مختصر سا ذکر خیر ان کی دینی و ملی خدمات کی ایک ہلکی سی جھلک پیش کی جا رہی ہے۔

آپ نے خطابت کے فرائض سنبھالنے کے بعد مسلمانوں کی ہمہ جہتی اصلاح کا تہیہ کر لیا تھا

جامع الصفات بزرگ

خطیب صاحب کو اللہ تعالیٰ نے بے شمار خوبیوں سے نوازا تھا علم و عمل التقویٰ ایثار و اخلاص سادگی و درویشی میں اپنے اسلاف کرام حضرات علماء دیوبند کی جیتی جاگتی تصویر تھے' اس کے ساتھ حق گوئی و بیباکی بھی ان کا ایک خاص وصف تھا عامتہ المسلمین میں ان کی محبوبیت کا عالم یہ تھا کہ دور دراز کے مسلمان نماز جمعہ ان کے پیچھے ادا کرنے کو سعادت سمجھتے تھے اور اول وقت میں جامع مسجد میں پہنچنا شروع ہو جاتے تھے۔ ان کی نماز جنازہ بھی اس کا مظہر تھی کہ اس درویش خدا مست کا جنازہ مانسہرہ کا یادگار جنازہ تھا۔ واقعی مانسہرہ میں صف ماتم بچھ گئی' ہزارہ کے علماء کرام و مشائخ عظام' حفاظ کرام' قراء عظام اور اہل اللہ نے کثرت کے ساتھ جنازہ میں شرکت کی۔

اصلاح المسلمین

خطیب صاحب خانا" ۱۹۶۳ء میں تعلیم مکمل کر کے مانسہرہ تشریف لائے۔ آپ نے خطابت کے فرائض سنبھالنے کے بعد مسلمانوں کی ہمہ جہتی اصلاح کا تہیہ کر لیا۔ عقائد اعمال' اخلاق' دیانت و امانت' استقامت علی الدین کو اپنے خطبات کا موضوع بنایا۔ دنیا کی بے ثباتی بھی اکثر بیان فرماتے تھے۔ اپنی آمد کے ساتھ ہی طلباء دین کو پڑھانا شروع فرمایا اور اپنے ابتدائی سالوں میں بڑے اہتمام سے پڑھایا کرتے تھے' درس قرآن و حدیث میں خاص دلچسپی رکھتے تھے۔ صبح قرآن کا درس اور بعد عصر حدیث شریف کا درس دیا کرتے تھے۔ آپ کے تیس سالہ خطابتی دور میں بلاشبہ ہزاروں مسلمانوں نے آپ سے استفادہ فرمایا اور اپنی ذات کی اصلاح کی۔

مسئلہ ختم نبوت

مسئلہ توحید کے بعد وہ مسئلہ ختم نبوت کو بڑے عاشقانہ انداز میں بیان فرماتے تھے' حضور ختمی مرتبت ﷺ کے ساتھ انہیں بے پناہ عقیدت تھی' دوران تقریر جب نام نامی زبان پر آتا تھا تو بے اختیار رو پڑتے تھے۔ حضور اکرم ﷺ کی ایک ایک سنت پر عمل کرنے کا جذبہ رکھتے تھے اور دوسروں کو عمل کرتا ہوا دیکھ کر بے حد خوشی کا اظہار فرماتے تھے۔ راقم الحروف نے جب سے عمامہ باندھنا شروع کیا اس کے بعد سے ان کی محبت دیدنی تھی۔ مسئلہ ختم نبوت کے بیان میں جھوٹے مدعیان نبوت کا جب ذکر آتا تو آگ بگولہ ہو جاتے۔ مرزا قادیانی اور اس کے پیروکاروں کی اپنے خطبات میں خوب خبر لیتے۔ تحریک ختم نبوت کے قائد کی حیثیت سے پہچانے جاتے تھے۔ مانسہرہ مجلس تحفظ ختم نبوت کے صدر رہے۔ جب سے مانسہرہ میں قادیانیوں کے خلاف مقدمات کا سلسلہ شروع ہوا ہر تاریخ پر باقاعدہ عدالت جاتے' وکلاء سے ملتے' عام لوگوں کی طرح عدالت کے باہر کھڑے رہتے' جب تاریخ ہو جاتی تو واپس ہوتے۔ تحریک ختم نبوت میں قید و بند کے مرحلہ سے بھی بخیر و خوبی گزرے۔ ہر سال مانسہرہ میں ختم نبوت کانفرنس آپ کی زیر سرپرستی منعقد ہوتی۔ ربوہ صدیق آباد کی سالانہ ختم نبوت کانفرنس میں اہتمام کے ساتھ شرکت فرماتے۔ امسال ۲۴ر جون کو ختم نبوت کانفرنس ہوئی امیر مرکزیہ کے علاوہ مولانا عزیز الرحمان اور مولانا اللہ وسایا تشریف لائے۔

تحریک ناموس صحابہؓ

حضور ختمی مرتبت ﷺ سے محبت کا تقاضا ہے کہ آپ کے جملہ اہل بیت و اصحابؓ سے محبت ایک مسلمان کے دل و دماغ میں پیوست ہو۔ خطیب صاحب اہل بیت و اصحاب کے پروانہ تھے' ان سے محبت کا انداز نرالا تھا' جب ان کا ذکر فرماتے تو سامعین کے قلوب بھی ان کی محبت سے بھر جاتے۔ سپاہ صحابہؓ مانسہرہ کے روح رواں تھے۔ کارکنوں کی حوصلہ افزائی فرماتے۔ سپاہ صحابہؓ کے تمام اجلاس آپ ہی کے زیر سایہ ہوتے تھے۔ محرم ۱۴۱۲ھ میں حکومت نے مانسہرہ میں قیامت صغریٰ برپا کر دی' قاضی یوسف ڈپٹی کمشنر تھے۔ انہوں نے پہلے دفاع صحابہ و اہل بیت کانفرنس کی اجازت دی اور بعد ازاں کانفرنس کو خلاف قانون قرار دیا۔ کارکنوں کو گرفتار کر لیا۔ کانفرنس تو بہرحال ہوئی۔ انتظامیہ کو سخت ناکامی ہوئی۔ دو سنی مسلمان پولیس کے بے رحم ہاتھوں جام شہادت نوش کر گئے۔ کانفرنس کے دوران راقم الحروف خطیب صاحب کے ساتھ رہا۔ آپ کی اپیل پر مانسہرہ بازار بند ہو گیا۔ انتظامیہ کو خطیب صاحب کا یہ عمل پسند نہ آیا اور گرفتار کر کے ہری پور جیل بھیج دیا حالانکہ خطیب صاحب دل کے مریض تھے۔

راقم الحروف نے "دفاع صحابہ و اہل بیتؓ" کے عنوان پر ایک کتاب لکھی تو بڑی مسرت کا اظہار فرمایا۔ اپنے خطبہ جمعہ میں اس کتاب پر تبصرہ فرمایا اور مصنف کی حوصلہ افزائی کی اور مسلمانوں کو اس کتاب کے خریدنے کا مشورہ دیا۔ غرض انہیں اصحاب رسول سے بے پناہ عقیدت تھی۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس کی بہتر جزا عطا فرمائیں (آمین)۔

مرکزی جامع مسجد مانسہرہ کی تعمیر

خطیب نے اپنے تیس سالہ دور خطابت میں مرکزی جامع مسجد کی تعمیر مکمل کرائی۔ مسجد کی عمارت بے حد خوبصورت ہے۔

مدرسہ معارف القرآن کا اجراء

خطیب صاحب نے مسجد میں مدرسہ قائم فرمایا جس میں مسافر اور مقامی بچے دینی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ آج کل بھی جاری ساری ہے۔ درس نظامی کے ابتدائی درجے اور حفظ و ناظرہ کی تعلیم اچھے انداز میں ہو رہی ہے۔

اصلاح باطن

خطیب صاحب سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت تھے۔ حضرت اقدس خواجہ خواجگان مولانا خان محمد صاحب سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ آپ کے پیر و مرشد تھے۔ آپ اپنے احباب کو ترغیب دیتے رہتے تھے کہ حضرت مولانا کے دست حق پرست پر بیعت کر کے سلسلہ میں شامل ہو جائیں۔ بہت سے نیک بخت آپ کی ترغیب سے سلسلہ میں شامل ہو کر اصلاح باطن کی طرف متوجہ ہوئے۔ ●●

تحریر۔ صغریٰ سبزواری

کفایت شعاری

آمدنی سے زیادہ خرچ بربادی وتباہی کا پیش خیمہ ہے

کفایت شعاری یہ ہے کہ انسان سمجھ بوجھ کر خرچ کرے' آج کل کی کمر توڑ مہنگائی میں اس کی زیادہ ضرورت ہے کہ خانہ داری میں سب سے پہلے جس امر کا جاننا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ اپنی آمدنی پر نظر رکھتے ہوئے خرچ کرے' اسی کو کفایت شعاری کہتے ہیں۔ اگر صاحب خانہ باوجود تمام اوصاف کے کفایت شعار نہیں تو اس کی مثال یہ ہے کہ بے نمک کا سالن یا بے شکر کی کھیر۔ تلاش معاش کمانا بظاہر دولت کی خواہش ہے لیکن حقیقت میں دولت کمانے کا کوئی فائدہ نہیں جب تک کہ اس کا مصرف باموقع اور صحیح نہ ہو۔ بہت سارے ایسے لوگ ہیں جو سیکڑوں اور ہزاروں کماتے ہیں۔ باوجود کافی آمدنی کے آئے دن تنگی اور تنگ دستی کا شکوہ ان کی زبان پر ہے۔ ان کی مثال یہ ہے کہ مکان تو بنوالیا لیکن اس میں ہوا کی آمدورفت کے لئے کھڑکیاں نہیں اب اس میں صحت و زندگی کس طرح قائم رہے چنانچہ ہر بالغ و عاقل انسان کا فرض اولین ہے کہ مصارف کے طریقوں کا بھی علم رکھے۔ سب سے ضروری مصرف یہ ہے کہ اپنے بچوں اور جملہ متعلقین کی خوراک' لباس' رہائش کا انتظام بہم پہنچائے' خواہ اپنی ذات پر خرچ نہ کرے' اپنی زندگی تنگی ہی سے بسر کرنے کا عادی ہو لیکن اپنے متعلقین پر جبر نہ کرنا چاہئے بلکہ ان کے ضروری مصارف مناسب حال پورے کرے۔ ساتھ ہی یہ خیال بھی رہے کہ آمدنی سے زیادہ خرچ نہ ہونے پائے اور ساتھ ہی ہر ماہ کچھ پس انداز بھی کرتے رہنا چاہئے اور روز مرہ کے اخراجات بھی لکھنا نہ بھولے کہ کس مد میں پیسے خرچ ہوئے اور کون سا خرچ ضروری تھا کون سا غیر ضروری تھا۔ جب یہ معلوم ہوگا کہ آمدنی کتنی ہے اور خرچ کس قدر ہے۔ ہمیشہ تھوڑا ہی صحیح پس انداز کرتے رہنا لازم ہے۔ قطرہ' قطرہ دریا می شود۔ اس سے دل کو اطمینان رہتا ہے۔ آمدنی سے زیادہ خرچ خواہ چند پیسے کیوں نہ ہوں بربادی و تباہی کا پیش خیمہ ہے۔ لہذا اس کا خیال ضروری رہے کہ آمدنی سے خرچ کم ہو۔ اکثر لوگوں کا قاعدہ ہے کہ ظاہری شان و شوکت پر جان دیتے ہیں ایسے لوگوں کو یقین کرنا چاہئے کہ ان کا انجام برا ہے اس سے وہ ایک روز ضرور مقروض ہو جائیں گے اور قرض دار شخص اپنی دنیا کو جہنم بنا لیتا ہے۔ وہ ہمیشہ رنجیدہ رہے گا۔ اسے کبھی مسرت اور لطف زندگی حرام ہو جائے گی۔ نمک خشکہ اور چٹنی روٹی کہیں بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ قرض سے دستر خوان کی زینت بڑھائی جائے۔ یہی قناعت ہے کہ انسان کو جو کچھ میسر ہو اس میں سے کچھ رقم بطور اندوختہ رکھا جائے عقل مندی کے معنی یہی ہیں کہ آئندہ کا خیال کیا جائے ورنہ ہم میں اور جانوروں میں کیا فرق ہو سکتا ہے کہ ان کے آگے کوئی چیز کھانے کی رکھ دیجئے جس قدر خواہش ہوگی کھالیں گے بقیہ ان کے لئے بے مصرف ہوگی۔ اگر ہم بھی اسی طرح کریں کہ جو ملا خرچ کر ڈالا اور آئندہ کا خیال نہ کیا تو ہمارے انسان اور اشرف المخلوقات ہونے کا کیا فائدہ۔ عقلمندی یہ ہے کہ مجبوری اور بے کاری یا اچانک کسی ضرورت کا خیال کرتے ہوئے پیش بینی سے کچھ پس انداز کرتے رہیں جو رقم پس انداز ہو سکے اس کی کمی کا خیال نہ کریں کہ سو کی آمدنی اٹھانوے روپے آٹھ آنے خرچ اب ڈیڑھ روپیہ بچا کر رکھا تو کیا ہوگا۔ یہ نہ سوچیں اس لئے کہ قطرہ قطرہ دریا می شود یہی ڈیڑھ روپے جمع ہو کر معتدبہ رقم بن جائے گی جس سے کسی اہم ضرورت کے وقت ہم کام نکال سکتے ہیں۔ اس میں زیادہ علم و لیاقت کی ضرورت نہیں صرف طبیعت پر قابو رکھنا چاہئے مثلاً فضول سیر سپاٹے نمائش و زیبائش فضول اشیاء کی خریداری اور بھی غیر ضروری اخراجات جو کہ محض دل بہلانے اور فرضی فوائد کے ہوں ان سے پرہیز کریں اور جب پس انداز کرنے کی عادت ہو گئی تو خود بخود فضول چیزوں سے نفرت ہو جائے گی۔

حادثات زمانہ اور واقعات غیر اختیاری اور سخت ضرورتوں کے وقت ان پیسوں کی قدر ہوتی ہے۔ اگر کچھ اندوختہ ہوتا ہے تو بے منت غیرے اپنا کام نکال لیا جاسکتا ہے۔ ورنہ دوسروں کے آگے ہاتھ پھیلانا اور ملنے پر زیر بار احسان ہونا نہ ملنے پر شرمسار ہونا پڑتا ہے۔ پیسے پاس ہوں گے تو طبیعت میں استغنا اور بے فکری ہوگی۔ ضعیفی اور آخری وقت دل کو اطمینان رہے گا کہ میری اولاد اس اندوختہ سے متمتع ہوگی۔ پیسہ پیدا کرنا آسان ہے لیکن اسے سمجھ کر خرچ کرنا ہی مشکل ہے۔ سارے افلاس کا سرچشمہ فضول خرچی ہے۔ ایک کتاب میں یہ چند سطریں دیکھ کر میں بے حد متاثر ہوئی' جسے بجنسہ نقل کرتی ہوں۔

"جس شخص کو معقول تنخواہ ملتی ہو یا جس کی معقول آمدنی ہو وہ مرتے وقت کچھ نہ چھوڑے اور اس کے اہل و عیال محتاج و بے سہارا رہ جائیں یا ان پر متوفی کے قرض کا بار پڑ جائے تو سوائے اس کے کیا سمجھا جاسکتا ہے کہ وہ عاقبت نااندیش تھا یا اس قدر خود غرض تھا کہ اپنی خواہش کے پورا کرنے کے آگے اسے کسی کی پرواہ ہی نہ تھی ایسے لوگ اپنی آزادی ساہو کاروں کے ہاتھ فروخت کر ڈالتے ہیں۔ چنانچہ انسان کے اخلاق کی بنیاد کفایت شعاری ہی پر ہے اس سے انسان پرہیز گار دیانت دار' خود دار اور جملہ اوصاف حمیدہ کا حامل ہوتا ہے۔ ہر ایک دانش مند اور بالغ دماغ انسان کا اخلاقی فرض ہونا چاہئے کہ چادر دیکھ کر پیر پھیلائے اپنی حالت اور وسعت کے مطابق خرچ کرنا کوئی شرم کی بات نہیں زیادہ سے زیادہ لوگ غریب کہیں گے کہا کریں لیکن اپنے دل کو اطمینان تو رہے گا کہ مجھ پر قرض کا بار نہیں۔ اس خیال ہی سے دائمی مسرت حاصل ہوگی۔

کفایت شعاری مشکل نہیں صرف چند اصول کی پابندی ہے پہلا اصول جو ہے وہ یہ کہ اپنی آمدنی اور اخراجات پر غور کرے اگر آمدنی سے خرچ کم ہے تو پھر سبحان اللہ اور اگر زیادہ ہے تو ہر ممکن کوشش سے اسے آمدنی سے کم کرے دوسرے یہ کہ جہاں تک ممکن ہو قرض نہ لے۔ اشیاء ضروری نقدی کی صورت میں بھی قرض لینا نامناسب سمجھنا چاہئے۔ تیسرے یہ کہ خرچ کرنے سے پہلے یہ دیکھ لے کہ ضروری ہے یا غیر ضروری چوتھے یہ کہ غلہ وغیرہ اور دوسری روز مرہ کی ضرورت کی اشیاء بار بار نہ خریدی جائیں بلکہ اکٹھے خریدی جائیں اور انہیں نہایت احتیاط کے ساتھ مصرف میں لایا جائے' اور خیال رکھنا چاہئے کہ گھر کے لوگوں یا ملازموں کی بے پروائی سے چیزیں برباد اور ضائع نہ ہونے پائیں غلہ کے علاوہ دوسری چیزیں برتن وغیرہ بے احتیاطی سے ٹوٹ پھوٹ کر تلف نہ ہونے پاویں کہ بار بار ایک چیز کے خریدنے اور بنوانے اور مرمت کرنے کی ضرورت نہ پڑے اس کی سہل ترکیب یہ ہے کہ چند منٹ کی زحمت گوارہ کر کے روزانہ ایک مرتبہ خود ہی دیکھ لیا کریں۔ بے پرواہ ہو کر دوسروں کے بھروسہ پر نہ رہیں۔ اپنا کام آپ ہی احسن طریقہ پر انجام دیا جاسکتا ہے۔ یہ نہایت غلط اصول ہے کہ دوسروں کی مدد پر بھروسہ کیا جائے ایسے لوگ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے انہیں زندگی میں ناکامی اور افسوس کا سامنا کرنا پڑے گا یاد رہے وہ جس شخص کے پاس کچھ اندوختہ ہو جاتا ہے' خواہ وہ کم ہی کیوں نہ ہو اس سے اس کی اور کل گھر کی معاشرت کی فلاح و بہبودی پر خاص اثر پڑتا ہے اور اس کی آزادی ہمیشہ ہمیشہ قائم رہتی ہے۔ جس انسان میں ایک شمہ بھی عقل ہے وہ بخوبی سمجھ سکتا ہے جو کچھ ملے وہ سب کا سب خرچ کر ڈالنا دوراندیشی کے خلاف ہے۔

لیکن کفایت شعاری میں سب سے زیادہ ہاتھ ہماری بہنوں کا ہی ہو سکتا ہے۔ اس لئے انہیں چاہئے کہ خانہ داری کے امور میں کفایت شعاری کی مشق و تعلیم حاصل کریں۔

تحریر۔ بابو شفقت قریشی سہام

اِنتظاماتِ حج کا تنقیدی جائزہ

نئی پالیسی میں تبدیلیوں کی ضرورت

حرمین شریفین میں حاضری کا جتنا جذبہ ہمارے حجاج کرام میں ہے' شاید ہی کسی اور ملک کے حجاج میں ہو

فریضہ حج کی ادائیگی کے بعد حجاج کی واپسی مکمل ہو چکی ہے۔ تربیت کے دوران عازمین حج کو بتایا جاتا ہے کہ واپس آ کر حج کی نہ تو نمائش کریں اور نہ ہی پیش آنے والی تکالیف بیان کریں کیونکہ اگر ایک صاحب استطاعت عازم حج نے اگر حج کی تکالیف کا تذکرہ سن کر حج کا ارادہ ترک کر دیا تو اس کا گناہ تکلیفیں بیان کرنے والے کے سر ہو گا۔ بعض حجاج کرام متعدد پریشانیاں برداشت کر لیتے ہیں' لیکن ان کا واپس آ کر ذکر کر کے حج کے ثواب میں کمی خیال کرتے ہیں اور ٹال جاتے ہیں۔ دوسری قسم کے حجاج کرام شکایت کرتے ہیں کہ کرایہ زیادہ' رہائش ناقص تھی۔ کرایہ کٹ گیا بس نہ ملی۔ معلم اور خدام الحجاج نام کی کوئی شے موجود نہ تھی۔ میڈیکل مشن والوں کی کارکردگی صفر تھی۔ نیز ان اسٹاف غائب رہا۔ پاکستان ہاؤس میں شنوائی نہ ہوئی۔ وہاں کوئی ذمہ دار افسر موجود نہ تھا۔ تیسری قسم کے حجاج کرام خود تو تکلیفیں برداشت کر لیتے ہیں مگر چاہتے ہیں کہ آئندہ سالوں میں حج کی سعادت حاصل کرنے والوں کو تکالیف کا سامنا نہ ہو اس لئے شکایات کے ساتھ ساتھ ٹھوس اور قابل عمل تجاویز بھی بتاتے ہیں۔

یہ حقیقت ہے کہ جتنا جذبہ حرمین شریفین میں حاضری کا ہمارے حجاج کرام میں ہوتا ہے شاید ہی کسی اور ملک کے حجاج میں ہو۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ جتنے کم پڑھے لکھے اور عمر رسیدہ پاکستانی حجاج ہوتے ہیں کسی دوسرے ملک کے نہیں ہوتے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے حاجیوں کو قدم قدم پر رہنمائی اور مدد کی ضرورت پیش آتی ہے۔ اس مقصد کے لئے سفارت خانے کے ساتھ ساتھ جدہ' مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں ہمارے مستقل دفاتر قائم ہیں' جو حج کے بعد بھی پورا سال کام کرتے ہیں۔ مستقل دفتر قائم کرنے کا اعزاز صرف پاکستان کو ہی حاصل ہے' کسی دوسرے ملک کو یہ رعایت نہیں دی گئی ہے۔ ان دفاتر میں مستقل تعیناتی کے علاوہ ہر سال پاکستان سے زائد افسران اور اسٹاف بھی ان کی معاونت کے لئے ساٹھ دنوں کے لئے عارضی طور پر بھیجے جاتے ہیں۔ خدام الحجاج' میڈیکل مشن اور جنرل اسٹاف کو دو طرفہ جہاز کا ٹکٹ' رہائش' ٹرانسپورٹ اور روز مرہ اخراجات کے لئے معقول رقم بھی ملتی ہے۔

بحمد للہ راقم الحروف کو حجاج کی بے لوث خدمت کے لئے متعدد بار اپنے خرچ پر جا کر انتظامات حج دیکھنے کا اتفاق ہو چکا ہے۔ حج انتظامات میں جتنی بد نظمی اس دفعہ دیکھنے میں آئی ہے اور جتنا جذبہ برداشت اس دفعہ حجاج کرام کے اندر دیکھا ہے ۱۹۷۹ء سے لے کر ۱۹۹۳ء تک دیکھنے میں نہیں آیا۔ ہر حاجی کی پیشانی پر سوالیہ نشان ہے کہ اس دفعہ انتظامات بہتر کیوں نہیں ہو سکے؟ آخر اس کا ذمہ دار کون ہے؟ کوئی بھی ذمہ دار شخص اس بد انتظامی کی ذمہ داری اپنے کندھوں پر لینے کے لئے تیار نہیں ہے۔ مذہبی امور کی وزارت کے انچارج وزیر نہ صرف خود اپنی آنکھوں سے سب کچھ دیکھ چکے ہیں بلکہ تحقیقاتی کمیٹی کی رپورٹ پر بد انتظامی کا اعتراف کر کے اپنی اعلیٰ ظرفی کا ثبوت بھی دے چکے ہیں۔ وہ عنقریب وزیر اعظم صاحبہ کو اس سلسلہ میں ایک رپورٹ بھی پیش کرنے والے ہیں۔ بلاشبہ تقریباً ایک لاکھ حجاج کے لئے تقریباً پونے دو ماہ تک انتظامات کر کے ان کے مسائل حل کرنا بے حد مشکل کام ہے۔ تاہم پیشتر ازیں بھی اتنی کثیر تعداد میں حجاج کے لئے انتظامات کئے جاتے رہے ہیں' یہ کوئی نئی بات نہیں تھی۔ اس دفعہ بھی مستقل عملہ کے علاوہ عارضی عملہ اور افسران بھی ہر سال کی طرح بھیجے گئے تھے اور ان میں سے ہر شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ جو کام اس کے ذمہ تھا اس نے بہت احسن طریقہ سے انجام دیا۔ عجیب بات اس دفعہ یہ ہوئی کہ پہلے تو میڈیکل مشن اور خدام الحجاج کے بارے میں حجاج کرام شکایتیں کرتے تھے لیکن اس دفعہ دونوں مشنوں کے اراکین بھی شکوہ بھری زبان استعمال کرتے ہیں کہ نہ تو ان کو منیٰ عرفات میں ڈسپنسری اور رہائش وغیرہ کے لئے مناسب جگہ ملی اور نہ ہی ٹرانسپورٹ وغیرہ کا انتظام بہتر تھا۔ ایسے حالات میں وہ حجاج کی خدمت کیسے کر سکتے تھے۔ معلمین نے اپنے خیموں میں آنے کی اجازت بھی نہ دی۔ ایک طرف حجاج کو یہ شکایت ہے کہ ڈائریکٹر جنرل اور ان کا اسٹاف حج وفد اور دوسرے مہمانوں کی خدمت میں مصروف رہا اور ان کی پرواہ نہیں کی' دوسری طرف وی آئی پی اور حج وفد کے اراکین بھرپور الفاظ میں شکوہ کرتے ہیں کہ ان کی دیکھ بھال بالکل نہیں کی گئی۔ مشاعر مقدسہ میں نہ تو خیمے اور دوسری سہولتیں فراہم کی گئیں اور نہ ہی ٹرانسپورٹ کا معقول انتظام کیا گیا۔ چنانچہ حج وفد کے سربراہ اور مذہبی امور کے انچارج وزیر منیٰ سے عرفات تک اراکین وفد کے ساتھ پیدل چل کر گئے اور وہاں بھی ان کے لئے بہتر انتظامات موجود نہ تھے۔ ایک شکایت یہ بھی کی گئی کہ ڈائریکٹوریٹ والوں نے سرکاری گاڑیاں اپنے استعمال میں رکھیں' اس لئے مہمانوں کو پریشانی ہوئی اور یہ شکایت بھی عام تھی کہ جو سرکاری مہمان معلمین کے ساتھ منسلک کئے گئے تھے' انہوں نے بھی پاکستان ہاؤس کے انتظامات سے فائدہ اٹھا کر باقی مہمانوں کی حق تلفی کی لیکن ان کو سمجھانے کے لئے کوئی کو آرڈینیٹر موجود نہ تھا۔ جسے دیکھو ہر کوئی شاکی نظر آتا ہے۔ اس بد انتظامی کا ذمہ دار آخر کون ہے؟

مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے دونوں بڑے دفاتر کے انچارج ڈائریکٹر جنرل جدہ ہیں۔ ڈائریکٹر حج مکہ کا Tenure ختم ہو چکا ہے۔ ڈپٹی ڈائریکٹر حج مدینہ کی دلچسپی شروع سے کم پائی گئی ہے۔ ڈائریکٹر جنرل غلام محمد تاج حجاج کی بہبود سے اس وقت سے دلچسپی رکھتے ہیں جب وہ جوائنٹ سیکریٹری حج تھے۔ ان کا تبادلہ ایسے وقت جدہ ہوا جب پہلے ڈی جی میجر ضیاء تمام انتظامات کو آخری شکل دے چکے تھے۔ اس لئے پوری ذمہ داری ان پر نہیں ڈالی جا سکتی۔ پیشتر ازیں حجاج کرام جب ناقص انتظامات کے بارے میں گلہ شکوہ کرتے تھے تو ان کی بات کو رد کر کے کہا جاتا تھا کہ چھوڑو جی حاجی تو گلے شکوے کرنے کے عادی ہوتے ہیں۔ دیکھیں تاوہ کتنا مال لاتے ہیں۔ یعنی بات کا رخ ہی دوسری طرف پھیر دیا جاتا تھا۔ لیکن خوش قسمتی کی بات ہے کہ اس دفعہ انچارج وزیر سید خورشید شاہ پورے حج آپریشن میں موجود رہے اور بد انتظامیوں کا خود ہی ذکر کر کے ذمہ دار افسران کے خلاف کارروائی کا اعلان بھی کر دیا۔ اگر دیکھا جائے تو حجاج کرام نے ابھی صحیح طریقہ سے زبان ہی نہیں کھولی۔ خورشید شاہ صاحب نے حجاج کی ترجمانی کر کے خود ہی ان کی پریشانیوں کا احساس کرنے کی اعلیٰ مثال قائم کی ہے' امید ہے وہ اس دفعہ کی غلطیوں کا اگلے سال اعادہ نہیں ہونے دیں گے۔ حج کے

معاملات میں وسیع تجربہ رکھنے والے بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ حج کو پرائیویٹ سیکٹر میں دے دیا جائے۔ یعنی ایسے ذمہ دار اداروں کے حوالہ کیا جائے جو بینک گارنٹی وغیرہ دے کر انڈیا، سری لنکا اور اسی طرح کے دوسرے ممالک کی طرز پر Tours کی شکل میں حج کرائیں۔ حکومت کی ذمہ داری صرف اتنی ہوگی کہ ویزہ لگوائے اور سعودی حکومت کے پاس ایسے اداروں کو رجسٹر کرانے میں تعاون کرے۔ ان کا کہنا ہے کہ وہ اپنے اخراجات پورے کرنے کے باوجود پاکستانی حجاج کو کم لاگت میں حج کرائیں گے اور دوران قیام علاج معالجہ اور دوسری تمام سہولتیں بہتر طریقہ سے فراہم بھی کریں گے۔ بظاہر تو اس تجویز کے روشن پہلو سامنے نظر آتے ہیں اور یقین دہانیوں کی حد تک تو بہت ہی مفید اور اچھا معلوم ہوتا ہے، لیکن عملی طور پر یہ ممکن ہوگا یا نہیں اس کا حال تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ جتنی تعداد میں پاکستانی حجاج فریضہ حج ادا کرتے ہیں تقریباً اتنی ہی تعداد میں ہر سال عمرہ کی ادائیگی کے لئے بھی جاتے ہیں۔ عمرے اور حج کے مناسک میں یہ فرق ہے کہ حجاج کو پانچ دن منیٰ، عرفات اور مزدلفہ میں گزارنے ہوتے ہیں جبکہ عمرے والوں کے لئے ضروری نہیں ہوتا البتہ عمرہ اور زیارت مدینہ کا پروگرام ایک جیسا ہی ہوتا ہے۔ عمرہ کے ویزہ کی میعاد چند روز دن جبکہ حج کی چالیس دن تک ہوتی ہے۔ حج پاسپورٹ، ویزہ، ٹکٹ، سیٹ زر مبادلہ، رہائش، ٹرانسپورٹ، علاج معالجہ اور ہر طرح کی مدد اور راہنمائی کے لئے وزارت مذہبی امور انتظام کرتی ہے جبکہ یہ تمام انتظامات عمرے والے خود کرتے ہیں۔ عمرے والوں کو نہ تو پاکستان ہاؤس کی مدد کی ضرورت پڑتی ہے اور نہ ہی پاکستانی ڈسپنسریوں سے علاج معالجہ کی۔ بلکہ عمرے والوں میں سے بیشتر لوگ عمرہ کرکے وہیں رک جاتے ہیں اور حج کرکے واپس آتے ہیں۔ اس دوران بھی وہ کسی پاکستانی دفتر پر بوجھ نہیں بنتے۔ یعنی وزارت مذہبی امور کو پاکستانی عازمین عمرہ کے لئے نہ تو کسی ویلفیئر فنڈ کی ضرورت ہوتی ہے اور نہ کسی اسٹاف کی۔ بعض جہاندیدہ اور تجربہ کار لوگوں کی رائے ہے کہ عمرہ والوں کی طرح حج کو بھی عام کردیا جائے، جو چاہے ویزہ لگوا کر حج کے لئے چلا جائے۔ یہ رائے بظاہر تو بہت آسان لگتی ہے، مگر اس میں نہ تو اخراجات میں کمی ہوگی اور نہ ہی کوئی زائد سہولت میسر آسکے گی۔ جہاز کے کرایہ کو ہی لے لیں۔ اس دفعہ حجاج کرام سے اسلام آباد سے جدہ تک ریگولر اسکیم کے تحت ۱۳۳۸۰ روپے آنے جانے کا کرایہ کاٹا گیا۔ جبکہ عازمین عمرہ نے رمضان میں سفر اختیار کرکے تقریباً ۲۰ ہزار کرایہ ادا کیا یعنی تقریباً سات ہزار روپے زائد کرایہ ادا کیا اور اتنی ہی رقم معلم کی فیس، خیمہ اور بس کا کرایہ کے لئے کٹتی ہے۔ عرض کرنے کا مطلب یہ ہے کہ نہ تو عمرہ کی طرح بالکل آزاد حج ہونے سے حجاج کو فائدہ حاصل ہوسکتا ہے اور نہ ہی این او سی جاری کرنے سے۔ ایک عازم حج سے سروس چارجز کے طور پر صرف دو سو روپے کٹتے ہیں جبکہ ایک عازم عمرہ صرف پاسپورٹ بنوانے پر تقریباً ایک ہزار روپے فیس کے طور پر ادا کرتا ہے اور باقی دوڑ دھوپ کرنے کے اخراجات الگ ہوتے ہیں۔

بعض حجاج کرام کی رائے ہے کہ حج کے بعد ڈائریکٹوریٹ جنرل اور اس کے ماتحت مکہ اور مدینہ کے دفاتر اگلے سال حج تک بند کرکے افسران اور عملہ کو واپس بلالیا جائے اور کوئی کام باقی ہو تو وہ سفارت خانہ کی سطح پر حل کرالیا جائے۔ بعض حجاج کرام کا مطالبہ ہے کہ صرف افسران اور عملے کو تبدیل کیا جائے۔ بعض کی رائے یہ ہے کہ خدام الحجاج، میڈیکل مشن اور عارضی اسٹاف بھیجنے کی ضرورت نہیں کیونکہ دوسرے ممالک جن میں ترکی بھی شامل ہے صرف ۲۵ افراد سے کام چلا لیتے ہیں جبکہ بعض کا یہ خیال ہے کہ اگر بیرونی اسٹاف بھیجنا ضروری ہو تو صرف مذہبی امور سے بھیجا جائے جو طریقہ کار کو سمجھتے ہوں دوسرے سرکاری اداروں سے چناؤ نہ کیا جائے اس لئے کہ خود انہیں معلومات نہیں ہوتیں۔ کچھ حجاج مشورہ دیتے ہیں کہ خدمت کے لئے رضا کار سعودی عرب سے لئے جائیں اور ڈاکٹر بھی وہاں سے عارضی طور پر بھرتی کئے جائیں اس طرح ویلفیئر فنڈ کم سے کم

باقی ص ۱۳ پر

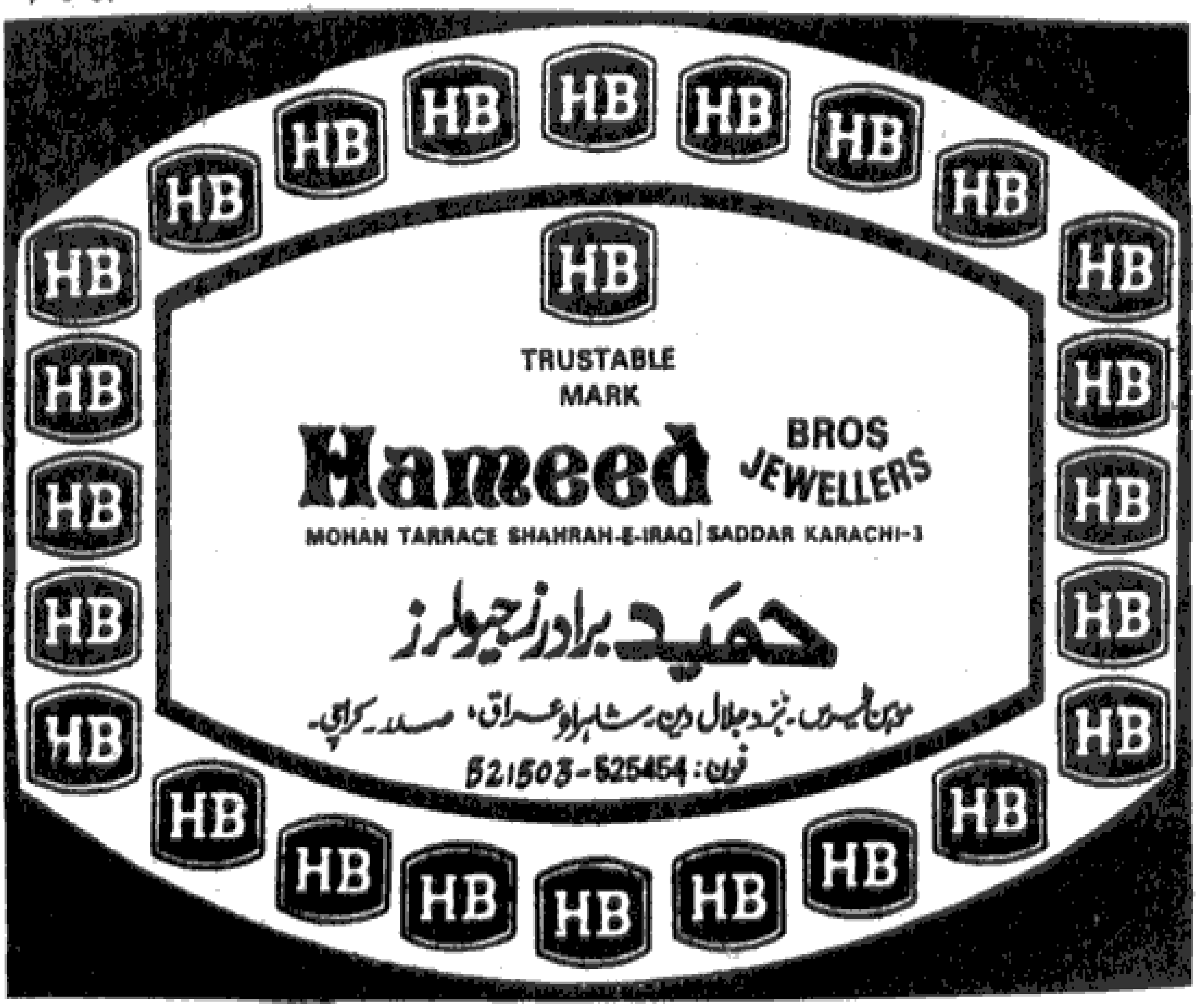

علامہ اقبالؒ کے حضور میری حاضری

تحریر۔ حکیم عنایت اللہ نسیم سوہدروی

اس یادگار ملاقات کے نقوش آج بھی میرے لوح دل پر نقش ہیں

مارچ ۱۹۳۷ء کا وہ دن میری زندگی کا ایک ایسا یادگار دن ہے، جس کی یادوں کی چاندنی آج بھی میرے افکار، محسوسات کی دنیا کو جگمگائے ہوئے ہے۔ یہ وہ دن تھا جب مجھے زندگی میں پہلی بار نابغہ روزگار حکیم الامت علامہ اقبال کے حضور حاضر ہونے کی سعادت حاصل ہوئی۔ راقم ان دنوں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی طبیہ کالج میں زیر تعلیم تھا اور یہ وہ زمانہ تھا جب ملت اسلامیہ کے دلوں میں قادیانیوں کے بارے میں اشتعال و بیزاری کا طوفان برپا تھا اور پورے برصغیر میں ان کے خلاف نفرت کی فضا پیدا ہو چکی تھی۔ انجمن حمایت اسلام لاہور نے اپنے ایک اجلاس میں جو علامہ اقبال کی صدارت میں ہوا، قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیتے ہوئے اپنے اداروں سے الگ کر دیا تھا۔ یوں پنجاب کے بعد علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں طلبہ نے انہیں غیر مسلم اقلیت قرار دیتے ہوئے اپنے اداروں سے الگ قرار دینے کا مطالبہ کر رکھا تھا۔ اس سلسلے میں سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور مولانا ظفر علی خان کی تقاریر یونیورسٹی کی فضاؤں میں گونج چکی تھیں۔ طلبہ میں زبردست ذہنی و روحانی ہیجان برپا تھا کہ یکایک طلبہ پر یہ انکشاف برق خاطف بن کر گرا کہ ڈاکٹر ضیاء الدین احمد وائس چانسلر نے سر ظفر اللہ قادیانی کو کانووکیشن ایڈریس پڑھنے کی دعوت دی ہے، جسے ظفر اللہ نے منظور کر لیا ہے۔ ان دنوں ظفر اللہ خان وائسرائے کی ایگزیکٹیو کونسل کے ممبر تھے اس لئے بہت زیادہ اثر و رسوخ رکھتے تھے اور مسلمانوں کے احتجاج کے باوجود مسلمانوں کی نمائندگی کر رہے تھے۔ یہ خبر یونیورسٹی کے ان طلبہ پر بجلی بن کر گری جو قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے کے مطالبے میں پیش پیش تھے چنانچہ طلبہ نے فیصلہ کیا کہ ظفر اللہ خان کے کانووکیشن کی ہر حال میں مخالفت کی جائے۔ راقم الحروف، محمد شریف چشتی، قاری محمد انوار صمدانی اور سردار عبدالوکیل خان نے مل کر طے کیا کہ اس سلسلے میں علامہ اقبال سے بھی رجوع کیا جائے۔ اخبارات میں ظفر اللہ خان کی آمد کی مخالفت میں شذرات لکھوائے جائیں چنانچہ "الجمعیت" زمیندار اور دوسرے اخبارات میں ظفر اللہ خان کی علی گڑھ یونیورسٹی آمد کے خلاف شذرات شائع ہوئے جن میں ارباب یونیورسٹی کے اس فعل کی بھرپور مذمت کرتے ہوئے فیصلہ واپس لینے کا مطالبہ کیا گیا۔ طلبہ کے باہمی مشورے سے ان سطور کا راقم علامہ اقبال سے ملاقات کی غرض لے کر لاہور روانہ ہوا۔ علامہ اقبال ان دنوں جاوید منزل میں قیام پذیر تھے۔ جاوید اقبال ابھی بچے تھے۔ راقم السطور سہ پہر کے وقت لاہور پہنچا اور سیدھا علامہ اقبال کی قیام گاہ پر گیا۔ علامہ ان دنوں علیل رہتے تھے اور کم ہی لوگوں سے ملتے تھے۔ مگر جب انہیں اطلاع ملی کہ طلبہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی جانب سے حاضر ہوا ہوں تو فوراً اذن باریابی مل گیا۔ علامہ ہال کے ایک جانب چارپائی پر تشریف فرما تھے۔ سامنے چند کرسیاں تھیں۔ شلوار قمیض کے سادہ لباس میں ملبوس تھے۔ ایک جانب بڑا سا تکیہ رکھا تھا۔ میں نے ساری صورت حال ان کے گوش گزار کی اور اس سلسلے میں وہ فتویٰ بھی دکھایا جو دہلی میں مفتی کفایت اللہ اور مولانا احمد سعید سے قادیانیوں کی بابت حاصل کیا تھا۔ علامہ نے ساری صورتحال کو بڑے غور سے سنا اور مجھے ہدایت فرمائی کہ فضل کریم درانی جو ہفتہ وار اخبار ٹرتھ (Truth) کے ایڈیٹر تھے سے مل کر میمورنڈم (یادداشت) تیار کروا کے لانے کو کہا جس پر راقم الحروف عرب ہوٹل پہنچا جہاں فضل کریم درانی مقیم تھے۔ ان سے میمورنڈم کا مسودہ تیار کرا کے مسودہ ٹائپ کرایا اور اگلے روز پھر جب علامہ کے حضور حاضر ہوا تو علامہ اقبال نے اس پر دستخط ثبت فرما کر مولانا ظفر علی خان سے بھی دستخط کرانے کی ہدایت فرمائی چنانچہ مولانا ظفر علی خان اور دوسرے اکابرین سے دستخط کرائے گئے اس طرح میمورنڈم کے ایک طرف علامہ کے دستخط دوسری طرف اکابرین ملت کے دستخط تھے جو جملہ ممبران کورٹ کو بھیجا گیا اور یونیورسٹی میں تقسیم کیا گیا جس کے نتیجے میں ظفر اللہ خان کا کانووکیشن ایڈریس منسوخ ہو گیا۔

علامہ اقبال نے دوران ملاقات علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی صورتحال معلوم کی اور طلبہ کے نام پیغام دیا کہ وہ قادیانیت اور اشتراکیت کی ہر قیمت پر مخالفت کریں۔ انہوں نے اس سلسلے میں ڈاکٹر ظفر الحسن صدر شعبہ فلسفہ علی گڑھ یونیورسٹی کی ان خدمات کو سراہا جو وہ مجلس اسلامیات کے پلیٹ فارم سے سرانجام دے رہے تھے۔ علامہ نے تاکید کی کہ ان سے فیضان اور راہنمائی حاصل کی جائے۔ علامہ نے پروفیسر عبدالستار خیری، پروفیسر حمید الدین اور پروفیسر عطاء الرحمن کی خدمات کو بھی سراہا۔ علامہ اقبال کے اس میمورنڈم سے قادیانی اگرچہ اقلیت قرار نہ پا سکے۔ تاہم کانووکیشن ایڈریس کی منسوخی سے انہیں سخت ندامت ہوئی اور یوں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں اپنے مقاصد حاصل کرنے میں ناکام رہے۔ علامہ اقبال کے ان ولولہ انگیز اور حقائق افروز بیان سے ہر طرف غلغلہ اور انقلاب برپا ہو گیا کیونکہ ان کی رائے ملت اسلامیہ میں انتہائی اہم اور وقیع سمجھی جاتی تھی کیونکہ انہیں ملت کا نقیب اور عظیم ترین مفکر کی حیثیت حاصل تھی چنانچہ ان بیانات کو نہ صرف اخبارات بلکہ رسائل و پمفلٹ کی صورت میں شائع اور تقسیم کیا گیا۔

علامہ اقبال سے اس یادگار ملاقات کے نقوش آج بھی میرے لوح دل پر نقش ہیں، ان کا انداز تخاطب، طرز اظہار در مبلغ علم و فکر جس کا مجھے ذرا سا فیض حاصل ہوا تھا، میری بساط علمی کا نشان امتیاز ہے۔ علاوہ ازیں میری ایک ذاتی کتاب پر انہی دنوں علامہ کے دستخط بخط انگریزی آج بھی موجود ہیں جو میرے لئے سرمایہ ناز اور حرز جاں کی حیثیت رکھتے ہیں۔ علامہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے طلبہ سے جو محبت رکھتے تھے ان کا اظہار الفاظ میں ممکن نہیں ہے۔

بقیہ انتظامات حج کا تنقیدی جائزہ

خرچ ہو گا۔ ہر حاجی کو حق پہنچتا ہے کہ وہ اپنی تکالیف کا ذکر کر کے مثبت تجاویز بھیجے اور ہر اچھی تجویز کو کھلے دل سے مان لینا بھی کامیابی کی علامت ہوتی ہے۔ حاجیوں کی فلاح و بہبود کے لئے گو کہ ایک علیحدہ وزارت قائم کی گئی ہے جو حج پالیسی ہر سال تیار کرتی ہے مگر کوئی نمایاں انقلابی تبدیلی دیکھنے میں نہیں آتی گزشتہ سال کی حج پالیسی کو سامنے رکھ کر حجاج کی تعداد، درخواستوں کی وصولی کی تاریخیں، ریگولر اور اسپانسر کے قوانین میں معمولی سی تبدیلی، پرسنل کوٹہ، قیام کی مدت، گروپ اسکیم، جہاز کا کرایہ، میڈیکل اور دوسرے اسٹاف کی تعداد اور ہر سال نئے نئے حاجی کیمپوں کا قیام وغیرہ کا اعلان کر دینے کو حج پالیسی کہا جاتا ہے۔ پورے ملک کے حجاج کرام کراچی سے روانہ ہوتے رہے ہیں اور معلم خود لینے آتے تھے، اس وقت اتنی تکالیف کا سامنا نہ ہوتا تھا۔ بدلتے ہوئے حالات کے مطابق حج ۱۹۹۵ء کی پالیسی بنانے سے پہلے دوسرے مسلمان ممالک کی حج پالیسیوں کا بھی مطالعہ کیا جائے۔ Packages وغیرہ کی حوصلہ افزائی کی جائے۔ جہازوں کی تعداد بڑھا کر کم سے کم وقت میں حجاج کو واپس لایا جائے اور خاص طور پر ان نقائص کو دور کرنے کی کوشش کی جائے جو ہر سال ناکامی کا سبب بنتے ہیں اور حج پالیسی کے پرانے مسودے سے ہٹ کر وقت کی ضرورت کے مطابق نئی حج پالیسی بنائی جائے بصورت دیگر وزارت مذہبی امور کی افادیت ہی ختم ہو جائے گی۔

تحریر۔ محمد اسماعیل، لندن

مغربی تہذیب کی دلدل میں نئی نسل دھنستی جا رہی ہے

چھ سال کی لڑکی اسکول جاتی ہے تو ماسٹر کہتا ہے کہ تمہیں سوئمنگ پول میں تیرنا ہوگا اور چڈی پہننا ہوگی

میں نے برسٹل میں ایک گھر پر دستک دی تو ایک ۱۹ سالہ خوبصورت نوجوان نکلا، جس کا نام عاصم تھا اور وہ کالج میں پڑھ رہا تھا۔

میں نے پوچھا۔

"کلمہ آتا ہے؟"

اس نے کہا۔

"جب میں مسجد جاتا تھا تو چھ کلمے سارے یاد تھے، اب تو کوئی بھی یاد نہیں۔"

پوچھا۔

"نماز کا کیا حال ہے؟"

بولا۔

"فرصت ہی نہیں ملتی۔"

میں نے کہا۔

"مسلمانوں کی تاریخ پڑھی ہے؟"

جواب ملا۔

"مجھے معلوم نہیں۔"

اس تکلیف دہ صورتحال پر دل کٹ کر رہ گیا۔

کئی اور مختلف عمر کے نوجوانوں اور بچوں سے ملا۔ سبھی کا جواب یکساں۔ اکثریت اردو میں بات نہیں کر سکتی اور بعض تو سمجھ بھی نہیں سکتے۔ حالانکہ ان کے والدین اردو بولنے والے تھے۔ پاکستان میں ان کے والدین کے دل میں انگریزی کی عظمت مقتدر طبقے نے پیدا کی تھی۔ بچوں نے دیکھا ہوگا کہ والدین کے دل میں اپنی زبان کی عزت ہے نہ اہمیت تو انہوں نے اسے قابل التفات ہی نہ سمجھا اور اس طرح وہ ان تمام روایات، واقعات، تاریخ سے یکسر محروم ہو گئے، جو ان کے اسلامی اور مشرقی تشخص کی بقا کے لئے ناگزیر تھے۔

ایک صاحب سے ملاقات ہوئی۔ اچھے خاندان اور سلجھے ہوئے خیالات کے دین دار آدمی تھے۔

کہنے لگے۔

"میرا ایک ہی بیٹا ہے۔ بہت نیک اور فرمانبردار، وہ میرے ساتھ پابندی سے مسجد جاتا اور قرآن بھی پڑھتا تھا۔ مگر پھر اس نے ایک انگریز لڑکی سے شادی کرلی۔ وہ ایک تو بھر کر بولے آپ کو تو یہاں کا قانون معلوم ہے۔ اٹھارہ سال کے بعد بچے آزاد ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ وہ اب مجھ سے الگ رہتا ہے شاذ و نادر ہی آتا ہے۔ نماز قرآن اور روزہ تو اب دور کی بات ہے۔

ایک اور صاحب نے جو سنجیدہ، متین ہیں اپنا نام احمد سے بدل کر آرمر کرلیا۔ بیٹوں میں کسی کا نام سٹیو ہے تو کسی کا ... سموئی۔ انہوں نے اپنا دین تبدیل نہیں کیا۔ کبھی کبھی ترک وطن پر افسوس کا اظہار بھی کرتے ہیں لیکن مال اور زندگی کے عیش نے ان کی تمام قدریں پامال کردی ہیں۔

ایک مسجد کے صحن میں چھ سات نوجوان کھڑے تھے۔

پوچھا۔

"کیوں کھڑے ہو؟"

ایک بولا۔

"میرا دادا مر گیا ہے۔ اس کا جنازہ ہے۔"

پوچھا۔

"تم نے نماز میں شرکت نہیں کی؟"

بولے۔

"ہم مسلمان نہیں ہیں۔"

ایک نوجوان اسپتال میں کام کر رہا تھا اور اس کے کالر پر اس کا نام کیون اللہ لکھا تھا۔ پوچھا۔

"یہ نام کیسا؟"

ناراض ہو کر بولا۔

"میں نے یہ نام نہیں رکھا۔"

عرض کیا کہ۔

"بھائی اللہ تو مسلمانوں کے نام کے ساتھ ہوتا ہے۔"

شرما کر بولا۔

"میرا باپ ہندوستانی تھا۔"

ہم جو ان ملکوں میں آتے ہیں تو ہمارے دل میں ایک چور ہے جسے اپنے ساتھ لاتے ہیں اور وہ ہے انگریزوں کی عظمت، ان کے طور طریقوں، لباس و خوراک، علوم و فنون کا رعب ہمارے دلوں میں ہوتا ہے اور بچے اسے محسوس کر لیتے ہیں۔ اسی لئے یہاں پاکستانی لڑکیوں سے کوئی انگریز لڑکا ہنس کر بات کرلیتا ہے تو وہ بہت خوش ہوتی ہیں۔ ایک بالغ لڑکی اپنے انگریز عاشق کے ساتھ بھاگ گئی۔ باپ نے حیلے بہانے سے اسے اغواء کرلیا اور گھر لے آیا۔ لڑکی نے پولیس کو فون کر دیا۔ باپ پر مقدمہ چلا اور اسے ڈیڑھ سال قید کی سزا ہوئی۔ بیٹی فیصلہ سن کر غمگین ہوئی اور پھر اس نے چیخ مار کر اپنے عاشق کی گود میں سر ڈال دیا۔

یہاں مسلمان اور مشرقی لڑکیاں کالج جاتی ہیں لیکن والدین انہیں تنہا سیر و تفریح کے لئے شام کے وقت آزاد نہیں چھوڑتے چنانچہ اب تو اکثر دن ہی میں اسکول سے حاملہ ہو کر گھر آتی ہیں۔ بعض دقیانوسی خیال کے والدین اس سے پریشان ہوتے ہیں۔ ایک سکھ نے تو غیرت میں اپنی دو بیٹیوں کو بندوق سے ہلاک کر دیا۔ مگر غیرت کی یہ لو بھی اب بجھنے ہی والی ہے کیونکہ اس ملک میں سب سے پہلے جس چیز سے عاری کرتے ہیں وہ غیرت ہی تو ہے۔

چھ سال کی لڑکی اسکول جاتی ہے تو ماسٹر کہتا ہے کہ تمہیں سوئمنگ پول میں تیرنا ہوگا اور اس کے لئے چڈی پہننا ہوگی۔ اب ایسی بچی کو بھلا کیسے حیا آئے گی جبکہ اسے کمسنی ہی سے ننگے ہونے کی تعلیم دی جاتی ہے۔ یہی بچی جب اسکول جاتے آتے سر بازار نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کو چپٹے ہوئے بے تحاشہ بوسے لیتے دیکھتی ہے تو اسے عفت کا علم کیا ہوگا۔ دکان میں جاتی ہے تو دیکھتی ہے کہ بے غیرت عورتیں اور مرد بے تکلفی سے ایک دوسرے کو ڈارلنگ یا ہنی کہہ کر پکارتے ہیں تو اس بچی کو محبت کا جو مفہوم سمجھ میں آئے گا اس کا تصور مشکل نہیں۔

ہم اس بات سے خوش ہوتے ہیں کہ یہاں لوگ ایک دوسرے سے کوئی سروکار نہیں رکھتے۔

بہشت آں جاکہ آزارے نباشد
کسے را با کسے کارے نباشد

لیکن یہ زندگی ایسی خود غرضی کی زندگی ہے جس میں جذبات کی تسکین اور نفسانی خواہشات کی پرورش نے انسانوں کو درندگی کی دہلیز پر کھڑا کر دیا ہے۔ ایک سترہ سالہ گوری لڑکی کے بارے میں سنا کہ تین بار شہہ رگ کاٹ کر

خودکشی کرنے کی کوشش کرچکی ہے۔ معلوم ہوا کہ وہ آٹھ ماہ کی تھی جب باپ نے ایک دوسری عورت کی خاطر اس کی ماں کو طلاق دے دی اور ماں نے ڈیڑھ برس کی عمر میں اس بچی کو بڑی بہن کے حوالے کردیا اور خود کسی اور کے ساتھ روانہ ہوگئی۔ یہ تو معمولی بات ہے۔ یہاں ایک عورت کے نئے عاشق نے اس کی تین سالہ بچی کو اس لغزش پر کہ اس نے بغیر اجازت فرج سے چاکلیٹ کھالیا تھا کمرے میں بند کردیا جہاں وہ بھوک پیاس سے بلک بلک اور تڑپ تڑپ کر مرگئی۔ ماں کو بھی خیال نہ آیا کہ اپنی بچی کو بچائے۔

انہی دنوں ایک مرد کو تین ماہ کی بچی قتل کرنے کے الزام میں سزا ہوئی ہے۔ اس بچی کو یہ باپ ایک میز کی دراز میں اس طرح رکھتا تھا کہ جب رونے لگے تو دراز بند اور جب چپ ہو تو دراز کھول دے۔ ایک بار ڈاکٹروں نے اس کے چہرے پر مار کے آثار پائے۔ دوسری بار اس کی تین پسلی کی ہڈیاں ٹوٹی ہوئی تھیں۔ اس کی ماں کو بھی سزا ہوئی۔ ایک اور باپ اپنی کمسن بچی کے ساتھ زیادتی کرتا ہے اور پھر اس کا گلا گھونٹ کر اسے دریا برد کردیتا ہے۔ چھوٹی بچیوں کے ساتھ زیادتی کے واقعات جو عوام کی نگاہوں میں آئے ہیں وہ اتنے زیادہ ہیں کہ سوسائٹی پریشان ہے اور اب تو قانون نے تسلیم کرلیا ہے کہ ماں باپ بچوں کی پرورش و پرداخت کے اہل نہیں۔ چنانچہ سوشل ورکر بھی ان کی نگرانی کرتی ہیں۔

یہ واقعات اس خود غرضی اور نفس پرستی کی انتہا ہیں جس کی ابتدا اپنا معیار زندگی بلند کرنے کی جستجو میں انسان کو اس پر آمادہ کرتی ہے کہ وہ اپنے والدین گھربار عزیز و اقارب اور تہذیب و تاریخ چھوڑ کر غیر ملک میں چلا جائے۔ یہاں آکر ہم اپنی خود فریبی کی تسکین کے لئے بچوں کو قرآن پڑھاتے ہیں۔ نماز سکھاتے ہیں۔ عید بقرعید پر ہم مذہب اور ہم وطن لوگوں کو جمع کرتے ہیں۔ مشاعرہ ترتیب دیتے ہیں اور ملکی فلمیں دیکھتے ہیں۔ حالانکہ معلوم ہے کہ ہمارے بچے اب ہمارے نہیں اس ملک کے بچے ہیں۔ ان کی زبان' ان کے خیالات' ان کے محبوب افراد' ان کی آرزوئیں' ان کی قدریں ہم سے مختلف ہیں۔ ہمارا دل رکھنے کو شاید وہ اردو میں بات بھی کرلیں اور اٹھارہ سال کی عمر تک سعادت مندی کا مظاہرہ بھی کریں لیکن جب ان کی ترجیحات اور پسندیدگی اور ہماری آرزوؤں اور تمناؤں میں مقابلہ ہوا تو یہ نماز اور قرآن کا سارا ملمع اتر جائے گا۔ قلعی کھل جائے گی اور پھر ہم کف افسوس ملیں گے کہ ہمارے بچوں کو یہ کیا ہوگیا۔

درمیان قعر دریا تختہ بندم کردہ ای
باز میگوئی کہ دامن تر مکن ہشیار باش

(تختے سے باندھ کر دریا کی گہرائی میں ڈالنے کے بعد کہتے ہو کہ دامن تر نہ ہونے پائے' یہ ممکن ہی نہیں)۔

ہم لوگوں نے دو لقمے روٹی کی خاطر گھر چھوڑا' پھر پیٹ اتنا بڑا ہوا کہ اس میں کاریں' کوٹھیاں اور اسباب آسائش و آرائش گھس گئے۔ مگر بھوک وہیں کی وہیں رہی اور ہم نے کبھی حساب بھی نہیں لگایا کہ ہم نے کیا پایا اور کیا کھویا۔

اس پیٹ کے لئے ہم نے آنے والی نسلوں کی عزت' عصمت حیا' پاکیزگی' دین اور ایمان کا سودا کرلیا اپنی دنیا بنانے کے لئے ان بچوں کی آخرت تباہ کردی۔ اپنے آرام کے لئے دکھی روحوں کو ایسی بیماری میں مبتلا کررہے ہیں جس کا علاج ہیروئن میں ہے نہ شراب خانوں میں اور نہ قمار خانوں میں ہے۔ بیوی یا شوہر کیلنڈر کے ساتھ ساتھ بدلتے رہتے ہیں۔

خاندانی آبرو معاشرتی سرمایہ ہے جو صدیوں میں بنتا ہے اس کی حفاظت زبان اور تاریخ کرتی ہے۔ جب بھی اردو ندوہ اور علی گڑھ کی تاریخ لکھی جائے گی مولانا شبلی نعمانی کا نام ضرور آئے گا۔ جب بھی مورخ خلافت اور آزادی ہند و پاک کی تاریخ لکھے گا تو علی برادران کے نام سرفہرست ہوں گے۔ مگر معاشرتی سرمایہ معاشرے سے باہر منتقل نہیں ہوسکتا۔ مسلم معاشرے کا سرمایہ مسلمانوں ہی کے یہاں رہے گا' اردو' فارسی' عربی میں رہے گا۔ یہ سکہ یورپ اور امریکا میں نہیں چلے گا۔

ہمارے بچے کی ماں جس زبان میں بھی بات کرے یہاں بچوں کی مادری زبان انگریزی ہے۔ وہ اردو' فارسی' عربی پڑھ ہی نہیں سکتے تو تاریخ کیا پڑھیں گے۔ انہیں اپنے آباؤ اجداد کا علم ہی نہیں ہوگا تو اس پر فخر کیا کریں گے۔ ان سے اکتساب فیض کیا کریں گے۔ وہ تو اپنا رشتہ ابراہم لنکن' جارج واشنگٹن اور لارڈ ولنگٹن سے جوڑیں گے۔

جو قوم اپنی تاریخ کو بھلا دیتی ہے' تاریخ بھی اسے بھلا دیتی ہے۔ ہندوستان میں کول' بھیل' سنتھال قدیم ترین قومیں ہیں لیکن آج وہ اچھوت ہیں کہ ان کی تاریخ نہیں۔ امریکہ کے ریڈ انڈین یہاں کے قدیم باشندے ہیں مگر ان کی بھی کوئی تاریخ نہیں۔ تاریخ بڑی چیز ہے۔ جب روٹس(Roots) شائع ہوئی جس میں ایک سیاہ فام امریکی نے اپنے آباؤ اجداد کے خاندان کی تلاش میں گیمبیا کا سفر کیا اور اپنے قدیم رشتے معلوم کئے تو سیاہ فام آبادی میں ایک نیا جذبہ پیدا ہوا اور فرضی تاریخ بنا کر حضرت بلالؓ سے اپنا رشتہ جوڑا اور اپنی قوم کو نئے وقار اور نئے اعتماد سے شناسا کیا۔ ادھر انگلستان میں لوگ لاکھوں روپے خرچ کرکے اپنا شجرۂ نسب تیار کراتے ہیں۔

ہماری خاندانی تاریخ کے علاوہ مذہب کی بھی تاریخ ہے۔ ہمارے اولو العزم اسلاف کی تاریخ ہمیں وہ سمت عطا کرتی ہے وہ شرف اور وقار دیتی ہے جس کا حصول اور کسی طرح سے ممکن ہی نہیں۔ یورپ نے اس تاریخ کو مٹانے اور مسخ کرنے کی بڑی کوشش کی ہے۔ مگر الحمدللہ وہ اس میں کامیاب نہیں ہوسکا۔ لیکن اب اس کا کام ہم خود آسان کررہے ہیں۔ ہمارے بچوں کو معلوم ہی نہیں کہ حضرت ابوذرؓ کون تھے۔ حضرت ابوبکرؓ کے کارنامے کیا ہیں۔ حضرت عمرؓ نے تاریخ کو کیا دیا۔ طارق بن زیاد کون تھے اور موسیٰ بن نصیر نے کیا کارنامے انجام دیئے۔ انہیں اقبال کی خبر ہے نہ محمد علی جوہر کی' سراج الدولہ کی نہ ٹیپو سلطان کی۔ ہم ان بچوں کو روشن محلات سے نکال کر گمنامی کے ایک ایسے جنگل میں دھکیل رہے ہیں جہاں صرف تاریکی ہے اور ایک بے رحم جمود ہے۔ وہ چاہیں بھی تو اپنا تشخص برقرار نہیں رکھ سکتے۔

خاندان اور دین کے بعد آخرت ہے۔ کافر اور مومن کے نقطہ نظر میں بنیادی فرق ہے۔ کافر کہتا ہے جو کھانا پینا ہے ابھی کھا پی لو کل مرجاؤ گے یعنی اس کے نزدیک موت پر انسانی زندگی ختم ہوجاتی ہے۔ اس کے برعکس ہمارا عقیدہ ہے کہ مومن کی زندگی موت کے بعد شروع ہوتی ہے۔ یہ دنیا چند روزہ ہے اور محض آخرت کی تیاری کے لئے ہے۔ دنیا کی ہر چیز فانی ہے۔ صرف انسان کے اعمال باقی رہنے والے ہیں۔ ایک سچے مسلمان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ نفع و نقصان فقط اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ وہ چاہے تو آگ کو گلزار کردے پانی کو پتھر کی دیوار کی مانند کھڑا کردے اور اس کے درمیان خشک راستہ بنادے اور چاہے تو لکڑی کے عصا کو سانپ بنادے۔ مسلمان اعمال کے ذریعے اپنے حالات کو بدلتا ہے اور کافر امید رکھتا ہے کہ مال سے اس کے حالات بدل سکتے ہیں۔

یہ بھی نہیں کہ دین دار انسان کو دنیا میں اللہ تعالیٰ وہ کچھ عطا کرتے ہیں جو کافر کو نصیب نہیں۔ لیکن اللہ کا انعام وہ ہے جو کارخانوں میں نہیں بنتا۔ دکانوں میں نہیں ملتا۔ اللہ تعالیٰ کی سب سے پہلی نعمت سکون ہے۔ آج ساری دنیا اٹھارہ سے اسی سال کی عمر تک جس سکون کی تلاش میں ہزاروں جھمیلوں سے گزرتی ہے اور سکون سے محروم رہتی ہے وہ اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو محض اپنے ذکر میں عطا کردیتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ عزت دیں گے اور بغیر مال و اسباب کے دیں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کرتے پر چودہ پیوند ہیں۔ ریت کے اوپر سوئے ہوئے ہیں۔ سرہانے پتھر رکھا ہوا ہے اور اسی حال میں اللہ تعالیٰ انہیں وہ عزت دیتے ہیں جو بادشاہوں کو تخت پر نصیب نہیں۔

پھر اگر بندہ نیکی اختیار کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو پاکیزہ زندگی دیں گے جس میں تصنع ہے نہ جھوٹ مکر و فریب ہے نہ ذلت و خواری اور اللہ تعالیٰ برکت دیں گے۔ گھر کے اندر دس روپے میں وہ فراوانی ہوگی جو دوسروں کو دو ہزار میں بھی نصیب نہ ہو۔ محلہ آگ کی لپیٹ میں ہو اور اس کا گھر محفوظ ہو اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے مخلوق کا رجوع اس کی طرف ہوگا حالانکہ عوام کو خوش کرنے کا کوئی عمل نہیں کیا ہوگا۔ بندہ جب اللہ کی رضا طلب کرتا ہے تو وہ مخلوق کو اس سے راضی کردیتے ہیں۔ بیوی وفاشعار ہوگی' بچے فرمانبردار ہوں گے' رشتہ داروں میں مقبولیت ہوگی اور اگر تقویٰ اختیار کرلیا تو ایسے مومن پر اللہ تعالیٰ رزق کشادہ فرمادیں گے۔ ایسی جگہ سے اس کو رزق ملے گا جہاں تک ذہن کو پرواز نہ ہو اور پھر سب سے بڑا انعام یہ کہ اجابت دعا سے بہرہ ور ہوگا۔ بندہ جو طلب کرے گا اللہ تعالیٰ عطا فرمائیں گے۔

ہم لوگ دیکھتے ہیں کہ بعض اللہ والے بھی بیمار یا حادثات

کا شکار ہوتے ہیں اور فقر و فاقہ تو سارے پیغمبروں اور اولیاء اللہ پر آیا ہے۔ لیکن یہ جو مومن بندے پر آزمائشیں آتی ہیں تو اللہ تعالیٰ پہلے اس کو صبر اور توکل عطا کرتے ہیں۔ کافر پر آزمائش آئے تو وہ بدحواس ہو جاتا ہے مگر مومن ایسے وقت میں اللہ تعالیٰ کی طرف زیادہ رجوع کرتا ہے اور اس طرح اللہ تعالیٰ اسے اونچے درجے دیتے اور اپنا تقرب عطا کرتے ہیں۔

انبیائے کرام علیہم السلام اور صحابہ رضی اللہ عنہم اور اولیاء اللہ نے عیش اور فراوانی کی زندگی نہیں گزاری۔ اکثر نے ارادتاً فقر و فاقہ اختیار کیا تاکہ آخرت میں جوابدہی سے بچ جائیں اور اونچے درجات حاصل کریں ورنہ اگر اللہ تعالیٰ سے طلب کرتے تو اللہ تعالیٰ انہیں بے پناہ مال دیتے۔

اللہ تعالیٰ نے مومنین کی اولاد کی سات سات نسلوں تک پرورش کی ہے۔ میں نے تو اپنے سفر میں دیکھا کہ بہت سے خوش حال افراد ایسے تھے جن کی ماں تہجد گزار تھی' باپ دیندار تھا' وہ ان کی دعاؤں سے ترقی کر رہے تھے۔ ان میں جو ہوشیار تھے وہ خود بھی اعتراف کرتے کہ یہ ان کے بزرگوں کی دعا کے آثار ہیں اور جو غافل تھے وہ اس محنت کا صلہ کہتے۔

اب یورپ اور امریکہ کے ماحول میں یہ عقیدہ اور یقین بچانا مشکل ہے۔ اس سرزمین میں جہاں اللہ کے احکام ہر وقت توڑے جاتے ہیں اور حضور ﷺ کے طریقوں کا وجود نہیں انسان مومن کس طرح ہو سکتا ہے؟ میں اسے ناممکن تو نہیں کہہ سکتا لیکن اکثریت جو ان ملکوں میں ہندو پاکستان سے آئی ہے وہ ایمان کی تلاش میں نہیں آئی۔ وہ تو محض اس عارضی دنیا کی آسائش کے لئے آئی ہے۔ اسے آخرت کی فکر کہاں سے آئے؟ اس کی جان' اس کا مال' اس کی فکر اور اس کا وقت ۹۹ فیصدی فقط سفلی خواہشیں پوری کرنے میں صرف ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی رضا خواہش اور نفس کی مخالفت میں چھپا رکھی ہے۔ ہم اگر خواہشات پر چلتے رہے تو یہ نعمت کہاں سے نصیب ہوگی۔

بلاشبہ دنیا کے دلدادوں کو یورپ اور امریکا میں وہ ملے گا جس کا انہوں نے ہندو پاک میں خواب بھی نہ دیکھا ہوگا۔ یہاں مزدور بھی موٹر میں چلتے اور بنگلے میں رہتے ہیں۔ ہر گھر میں ہر طرح کے برقی کھلونے ہیں۔ اگر ایک آدمی چاہے کہ ساری زندگی سوچے اور فکر کئے بغیر گزار دے تو گزار سکتا ہے۔ یہاں کے پاگل' مخبوط الحواس اور بے عقل لوگ بھی دنیا کا سارا سامان گھر میں رکھتے ہیں۔

ہم لوگ جو مادی اعتبار سے غریب ملکوں سے آتے ہیں' ہماری آنکھیں یہاں کی چمک چمک سے ایسی خیرہ ہوتی ہیں کہ ہوش نہیں رہتا۔ وہ احساس کمتری جو پہلے ہی سے موجود ہوتا ہے اسے یہاں ایسی قوت ملتی ہے کہ اپنے ملک کو برا بھلا کہے بغیر کھانا ہضم نہیں ہوتا اور اس میں ہم بھول جاتے ہیں کہ ہماری آنے والی نسلیں ماں کی ممتا کو بازار کے خریدے ہوئے کھلونے سے تعبیر کریں گی۔ بھائی کی شفقت کرسمس کے موقع پر آئے ہوئے کارڈ میں تلاش کریں گی۔ اولاد کی فرمانبرداری سال میں دو ایک بار بڑھاپا گھر کی زیارت کے موقعہ پر دریافت کریں گی یا کبھی کبھار فون پر گفتگو میں۔

ہم نے دونوں طرف کے مزے حاصل کئے۔ باپ کی محبت' بہن کی شفقت' بھائی کی قربانی' عزیز رشتہ داروں کی مروت بھی ملی اور روپیہ' موٹر' مکان اور بجلی کے سامان بھی۔ ... ں ... موں کو دونوں چیز نہیں ملے گی' دوسری خوب ملے گی' لیکن ایک چیز اور ہے جو نہیں ملے گی یعنی وہ مقام جو یہاں کے مقامی افراد کو حاصل ہے۔ اس کا ملنا تو در کنار تصور بھی محال ہوگا۔ پہلی نسل تو مال کی وجہ سے خوش ہے اور حالات کی طرف سے بے پرواہ۔ آنے والی نسلوں کو ممکن ہے احساس ہی نہ ہو کہ تیسرے درجہ کا شہری ہونا کوئی گھٹیا پن ہے۔

اپنے ان مسلمان بھائیوں سے التماس ہے کہ ایک بار آنکھیں کھول کر دیکھیں کہ ہم نے کیا سودا کیا ہے اور ... س خود فریبی سے نکل آئیں کہ ہم نے بچوں کی بھلائی کے لئے یہ سب کچھ کیا ہے۔ ہرگز نہیں اس میں اولاد کی سراسر تباہی ہے۔ ہاں جو واپس آنا چاہیں اور کم تر معاشرتی حیثیت پر اپنے ملک میں قناعت کرنے پر آمادہ ہوں ان کے بچے ممکن ہے ایمان پر قائم رہ سکیں۔ ہوس زر اور عیش کی طلب میں ہو سکتا ہے ہم یہ کہیں۔

مومن کا وطن کہیں نہیں ہے
مومن کا مقام ہر کہیں ہے

بیشک کسی نے سچ کہا ہے اگر ہم دعوت کی نیت سے ان ملکوں میں قیام کریں اور اپنی زندگی رہن سہن اور اعمال سے لوگوں کو دین کی طرف بلائیں اور اس کے لئے جو قربانی بھی دینی پڑے اس سے گریز نہ کریں تو یہاں کا قیام بڑی سعادت ہے اور آج بھی جو چند نفوس ان ملکوں میں دعوتی کام انجام دینے میں شب و روز مصروف ہیں اور ہندو پاک سے جو تبلیغی جماعتیں یہاں وقفے وقفے سے آتی رہتی ہیں ان کی برکت سے ان ملکوں میں تبدیلیوں کے آثار دکھائی دیتے ہیں۔ حلال اشیاء' مساجد' مدارس' تکفین و تدفین کا نظم اور ایسے ہی شعائر اسلامی اکا دکا نظر آتے ہیں۔ مگر مشکل سے ایک فیصد مسلمان ان کاموں کے لئے سرمایہ نکال سکتے ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ دیار غیر میں خاصے افراد ایسے ہیں جنہوں نے اپنا تہذیبی اور دینی سرمایہ محفوظ ہی نہیں رکھا بلکہ اس میں اضافہ کیا گیا ہے لیکن مسئلہ عام مسلمانوں کا ہے جو ... موت دیتے ہیں نہ اس سے سروکار رکھتے ہیں۔ البتہ دین ... ر تہذیب کا درد رکھتے ہیں اور اپنی اولاد کے بطور کافر جینے ... ر مرنے پر تشویش کا اظہار کرتے ہیں۔ ان کے لئے عافیت ... ی میں ہے کہ اپنے ملک واپس آجائیں۔

... نظر حضرات فرمائیں گے کہ حالات پاکستان کے بھی کون سے بہتر ہیں؟ بد اخلاقی اس ملک میں کیا کم ہے؟ اور بے دینی کا ماحول کیا یہاں کم بے رحم ہے؟ مگر اس کے جواب میں ایک صاحب نے کیا خوب کہا کہ پاکستان اس کا امکان بہرحال ہے کہ ایک ملحد اور بے دین بھی آخری عمر میں تائب ہو کر فوت ہو اور یورپ اور امریکہ میں یہ اندیشہ نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ ایک دین دار مسلمان بھی آخری عمر میں کفر اور الحاد پر اپنی زندگی ختم کرے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے عقیدے اور دینی و ملی تشخص کے تحفظ کی توفیق دے (آمین)۔

قرآن مجید کا ترجمہ

۱۲۹۳ء میں سندھی زبان میں "عزیز اللہ" نے کیا۔
۱۳۳۹ء میں بنگالی زبان میں "شاہ رفیع الدین" نے کیا۔
۱۲۶۹ء میں فارسی زبان میں "شیخ سعدی" نے کیا۔
۱۷۷۶ء میں روسی زبان میں "سینٹ پیٹرز" نے کیا۔
۱۹۱۳ء میں ہندی زبان میں "احمد شاہ" نے کیا۔
۱۹۲۳ء میں چینی زبان میں "روین ہو دعوا" نے کیا۔

مفت مشورہ پھیکے گال، پتلا کمزور جسم، فون 690840 690850
کمزور چہرے کے ڈنٹ، جسم کو موٹا مضبوط، طاقتور، سمارٹ، خوبصورت بنانے کیلئے۔ پرانے درد نزلہ۔ کھیرا۔ دمہ۔ بخار۔ چھوٹی چھاتی و قد کو بڑھانے کے لیے
مردانہ۔ زنانہ جنسی امراض۔ گنجا پن۔ گرتے بال۔ دمہ۔ اٹھرا کیلئے
بالوں کو نرم گھنا سیاہ خوبصورت، مجرب لگانے۔ گیس معدہ۔ درد پیٹ کیلئے
بواسیر۔ فالج۔ یرقان۔ موٹاپا۔ کمزور پٹھے۔ بلڈ پریشر۔ اٹھرا۔ رحم۔ جگر۔ مثانہ کیلئے
پرانی خارش۔ چھپا کی خون کی خرابی۔ پیشاب کی مرض گردہ۔ مثانہ کے پتھری کے لئے
چہرے کے کیل چھائیاں۔ نسوانی حسن۔ قد بڑھانے کیلئے
پچاس سال کے تجربہ کا مفت مشورہ کیلئے جوابی لفافہ یا اس کی قیمت ضرور ارسال کریں
پتہ: حکیم بشیر احمد بشیر محلہ غلام محمد آباد چاندنی چوک فیصل آباد پوسٹ کوڈ 38900
رجسٹرڈ کلاس اے گورنمنٹ آف پاکستان

اراکانی مسلمانوں کی جدوجہد آزادی

تحریر جلال احمد کورنگی کراچی

سازشوں اور پسپائیوں کے باوجود حکومت برما کے ناجائز قبضہ کے خلاف جہاد جاری ہے

مقدمہ

اراکان (برما) کے روہنگیا مسلمانوں پر ایک طویل مدت سے جو لرزہ خیز اور انسانیت سوز مظالم ہو رہے ہیں' دنیا میں بہت ہی کم لوگوں کو اس کا علم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے ساتھ وہ ہمدردی نہیں' جس کے روہنگیا مسلمان مستحق ہیں۔ حتیٰ کہ بنگلہ دیش کے اندر تقریباً تین لاکھ مہاجرین جس جبرو تشدد کا شکار ہو کر آئے ہیں' اس سے بھی اکثر لوگ واقف نہیں۔ اراکان جو ۱۴۳۰ء تا ۱۷۸۴ء جنوب مشرقی ایشیاء کی آزاد مسلمان مملکت تھا' اب برما کے چودہ صوبوں میں سے ایک ہے۔

محل وقوع

اراکان کے شمال مغرب میں بنگلہ دیش اور شمال مشرق میں ہندوستان واقع ہے۔ مشرق میں اراکان کی بلند اور طویل پہاڑیاں اسے برما سے جدا کرتی ہیں۔ گویا یہ ایک قدرتی جغرافیائی وحدت ہے۔ اراکان کے مغرب میں خلیج بنگال واقع ہے۔ دارالحکومت کا نام اکیاب ہے اور اراکان کا رقبہ اکیس ہزار مربع کلومیٹر ہے۔

آبادی

اراکان کی کل آبادی ۴۰لاکھ ہے۔ یہاں دو بڑے نسلی گروہ رہتے ہیں۔

۱۔ روہنگیا مسلمان۔
۲۔ مگھ بدھسٹ۔

روہنگیا مسلمان آبادی کا اسی (۸۰) فیصد ہیں جبکہ دیگر ۲۰ فیصد نسلی گروہ درج ذیل ہیں۔

۱۔ مگھ بدھسٹ۔
۲۔ چکھوا قبائل۔
۳۔ پہاڑی قوم مرونگ۔
۴۔ ہندو۔

زیادہ تر آبادی اراکان کے شمالی علاقوں میں بستی ہے اور یہاں تقریباً ۹۰ فیصد آبادی مسلمانوں پر مشتمل ہے۔

تاریخی پس منظر

اراکان کے مسلمانوں کو روہنگیا کہا جاتا ہے۔ لفظ "روہنگیا" روہنگ سے ماخوذ ہے اور روہنگ اراکان کا قدیم نام ہے۔ اسی مناسبت سے اراکان کے باشندوں کا نام روہنگیا معروف ہے۔

۷۸۸ء میں جب مسلمان تجار عرب وغیرہ اراکان آئے تو اس وقت اراکان کے بہت سے باشندوں نے مبلغین کی دعوت سے اسلام قبول کیا۔ یہاں تک کہ مسلمانوں کی آبادی آہستہ آہستہ بڑھتی گئی حتیٰ کہ ۱۴۳۰ء میں یہاں مسلمانوں کی حکومت قائم ہوگئی اور یہاں پہلی مسلمہ حکومت سلیمان شاہ نامی مسلمان حکمران کے ماتحت قائم ہوئی جو کہ مسلسل ۳۵۰ سال تک قائم رہی۔ اس دوران ۴۸ مسلم حکمران یکے بعد دیگرے تخت نشین ہوئے اور ان حکومتوں نے جو سکے رائج کئے اس میں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا۔

پھر ۱۷۸۴ء میں ایک برمی راجہ "بودھپیہ" نے اراکان پر قبضہ کرلیا اور اس وقت سے برمی بدھسٹ قوم اراکان کے روہنگیا مسلمانوں پر مظالم ڈھا رہے ہیں۔ پھر ۱۸۲۴ء میں برطانیہ نے پورے اراکان اور برما پر قبضہ کرلیا۔ جب ۱۹۳۷ء میں برما کو برطانیہ سے داخلی خود مختاری ملی تو اراکان کو بھی برما کے ماتحت کر دیا گیا آخرکار ۴ جنوری ۱۹۴۸ء کو جب برطانیہ سے برما کو مکمل آزادی ملی تو اس وقت اراکان بھی برما کا حصہ بنادیا گیا۔

آزادی برما کے بعد

اگرچہ اراکان کے روہنگیا مسلمانوں نے اپنی الگ ریاست کے لئے جدوجہد کی کوششیں کی تھیں لیکن برمی بدھسٹ قوم نے روہنگیا مسلمانوں کی تمام کوششوں کو بزور طاقت دبادیا تھا۔ یہاں تک کہ مسلمانوں پر لازم قرار دیا گیا کہ وہ اگر برما میں اپنے دین پر قائم رہنا چاہتے ہیں تو مندرجہ ذیل شرائط پوری کرکے رہ سکتے ہیں۔

۱۔ قرآن کریم کے حروف کو برمی رسم الخط میں تبدیل کریں۔
۲۔ بدھسٹ جوانوں کے ساتھ مسلمان لڑکیوں کی شادی کریں۔
۳۔ مسلمانوں کو اسلامی نام چھوڑ کر بدھسٹوں جیسے نام رکھنے ہوں گے۔
۴۔ مسلمان عورتیں برقعہ کے بغیر بدھسٹ عورتوں کی طرح گھر سے نکلیں۔

لیکن عام مسلمان ان شرائط کو پورا کرنے کے لئے تیار نہیں ہوئے اور برمی حکومت اور روہنگیا مسلمانوں کے درمیان روز بروز تعلقات خراب ہوتے گئے۔

آزادی کی تحریکیں

برما کا اراکان پر مکمل قبضہ کے بعد مختلف ناموں سے مختلف تحریکیں وجود میں آتی رہیں اور بہت سی شدید لڑائیاں بھی روہنگیا مجاہدین اور برمی فوجیوں کے درمیان ہوتی رہی ہیں لیکن بہت سی وجوہات کی بناء پر آزادی کی تحریکوں نے پسپائی اختیار کی اور بہت سے مجاہدین اپنے اسلحے سمیت حکومت برما کے سامنے سرنڈر (Surrender) بھی ہوئے۔ چنانچہ ۱۹۶۱ء میں ایک مسلم کمانڈر کے ساتھ ۲۰۰ سے زائد مجاہدین نے اپنے اسلحے سمیت کرنل آون جی اور کرنل سوینٹ کے سامنے ہتھیار ڈالے لیکن ان تمام سازشوں اور پسپائیوں کے باوجود حکومت برما کے ناجائز قبضہ کے خلاف جہاد جاری ہے۔ یہاں تک کہ ۱۹۶۲ء میں ایک فوجی بغاوت کے ذریعہ جنرل نے ون نے اقتدار پر قبضہ کرلیا اور وزیراعظم برما مسٹر اونو کو برطرف کردیا۔ جنرل نے ون کے بزور طاقت اقتدار پر قبضہ جمانے کے بعد برما پوری دنیا سے کٹ کر تنہا رہ گیا اور جنرل نے ون نے پوری قوت سے مسلمانوں کو ختم کرنے کے لئے مختلف ناموں اور مختلف بہانوں سے اراکانی مسلمانوں کے خلاف باقاعدہ گیارہ فوجی آپریشن کئے' جس میں ۱۹۷۸ء کے آپریشن ناگامن تمام فوجی آپریشنوں سے زیادہ خطرناک اور ہولناک تھا۔ اس آپریشن ناگامن میں سینکڑوں بے گناہ جوانوں بچوں کو قتل کیا گیا۔ سینکڑوں عورتوں کی عصمت دری کی گئی' جس کی تفصیلات ہم وقتاً "فوقتاً" دنیا کے سامنے پیش کرتے رہے ہیں۔ اس آپریشن سے تقریباً چار لاکھ کے قریب مسلمانوں نے بنگلہ دیش کی طرف ہجرت کی۔ لیکن حکومت بنگلہ دیش اور برما کے درمیان ایک خفیہ معاہدہ کے بعد مسلمانوں کو دوبارہ اراکان (برما) کی طرف دھکیل دیا گیا۔ مسلمانوں کی اراکان میں واپسی کے بعد حسب معمول مظالم

ہوتے رہے بالآخر ۱۹۸۲ء کو پوری ملت اراکان کی تائید سے "روہنگیا سالیڈیریٹی آرگنائزیشن" (R.S.O) نامی تنظیم کی بنیاد ڈالی گئی' جس میں اراکان کے اکثر و بیشتر تعلیم یافتہ لوگ شریک ہیں۔

روہنگیا مسلمانوں پر مختلف ایذا رسانیاں

سماجی ایذا رسانی

۱۔ حکومت برما نے روہنگیا مسلمانوں کی جملہ سماجی' ثقافتی' مذہبی اور طلبہ تنظیموں یا انجمنوں پر مکمل پابندی عائد کر رکھی ہے اور ان پر بری ثقافت مسلط کرنے کی پے در پے کوشش کر رہی ہے۔

۲۔ حکومت کے میڈیا مسلمانوں کی اس طرح تصاویر پیش کر رہے ہیں' جس سے دوسرے باشندے ان کو نفرت کی نگاہ سے دیکھ رہے ہیں۔

۳۔ مسلم کلچر کو محو کیا جارہا ہے۔ مختلف اسلامی ناموں سے منسوب علاقوں کے نام تبدیل کئے جارہے ہیں۔

۴۔ تمام اسکولوں میں اسلام کے خلاف تعلیم کے ذریعہ طلبہ کی برین واشنگ کی جارہی ہے۔

۵۔ ۸ر ستمبر ۱۹۶۶ء سے کسی مسلمان کو ایک جگہ سے دوسری جگہ بلا اجازت نامہ جانے کی اجازت نہیں اور اس اجازت نامہ کا حصول بھی آسان نہیں۔

۶۔ تعلیمی سہولتوں اور سماجی فلاحی خدمات نام کی کسی شے کا وجود نہیں۔ اراکان میں برما کی حکومت نہ خود علاج معالجہ کے سلسلے میں مسلمانوں کی اعانت یا خدمت کرتی ہے اور نہ کسی بیرونی انسان دوست تنظیم کو اس کی اجازت دیتی ہے۔

۷۔ بری افواج کے دستے اکثر اوقات مسلمانوں کے دیہات میں جاکر مسلمان بزرگوں کی بے عزتی کرتے ہیں اور قیمتی اشیاء وغیرہ زبردستی چھین لیتے ہیں' گھروں میں زبردستی داخل ہو کر خواتین کی بے حرمتی کرتے رہتے ہیں۔

۸۔ مسلمانوں کو مجبور کیا جاتا ہے کہ وہ فوجی اور دیگر قانون نافذ کرنے والے حکام کو پورے سال اشیاء خورد و نوش اور تعمیراتی سامان وغیرہ بلا قیمت فراہم کریں۔

۹۔ مسلمانوں سے اجتماعی بیگار بالجبر لی جاتی ہے۔

اقتصادی ایذا رسانی

۱۔ مسلمانوں کی زمینیں غیر حقیقی وجوہ کی بناء پر ضبط کرلی جاتی ہیں اور ان کی زمینوں پر غیر مسلموں کو آباد کیا جاتا ہے۔

۲۔ کاشت کاروں پر عائد زرعی ٹیکس اتنا زیادہ اور ظالمانہ ہے کہ اس کی ادائیگی آسان نہیں۔ یہاں تک کہ قدرتی آفات کی وجہ سے فصلوں کی تباہی کے باوجود زرعی ٹیکس جابرانہ طور پر وصول کیا جاتا ہے۔

۳۔ مسلمانوں کو وسیع پیمانے پر کاروبار اور تجارت کی اجازت نہیں دی جاتی اور اکثر اوقات مسلمانوں کی دکانیں نذر آتش کی جاتی ہیں۔ ۱۹۹۱ء میں ما نگڈو ٹاؤن شپ میں سیکڑوں دکانیں چھین لی گئیں۔

مذہبی ایذا رسانی

۱۔ روہنگیا مسلمانوں کی مذہبی سرگرمیوں پر کڑی پابندیاں عائد ہیں۔ ۲۳ر مئی ۱۹۹۱ء کو ما نگڈو کی مساجد اور مرکزی دعوت اسلامی کے دفاتر بند کر دیئے گئے۔

۲۔ مسجدوں اور دینی مدرسوں کی بے حرمتی کی جاتی ہے اور انہیں فوجی بیرکوں یا گوداموں میں تبدیل کردیا جاتا ہے۔

۳۔ مسلمانوں کے قبرستان کے لئے وقف شدہ زمینوں پر قبضہ کیا جاتا ہے۔

۴۔ وقف کردہ جائیدادیں ضبط کرکے غیر مسلموں میں تقسیم کردی جاتی ہیں۔

۵۔ علماء کی بے عزتی کی جاتی ہے اور ان سے بدسلوکی کی جاتی ہے۔

۶۔ مساجد میں لاؤڈ اسپیکر کے استعمال کی اجازت نہیں دی جاتی۔

۷۔ عیدالاضحیٰ کے موقع پر قربانی سے روکا جاتا ہے۔

۸۔ حج بیت اللہ کے لئے مسلمانوں کی نہایت قلیل تعداد کو جانے کی اجازت دی جاتی ہے۔

سیاسی ایذا رسانی

۱۔ بری شہریت کے نئے قانون مجریہ ۱۹۸۲ء میں روہنگیا مسلمانوں کو بے وطن شہری اور بنگلہ دیش سے آئے ہوئے غیر قانونی باشندے قرار دیا گیا ہے۔

۲۔ روہنگیا مسلمانوں کو اپنی آزاد سیاسی پارٹی قائم کرنے کی اجازت نہیں۔

۳۔ اکثر مسلمانوں کو ووٹر لسٹ سے خارج کردیا گیا ہے۔

۴۔ روہنگیا مسلمانوں کو وفاقی افواج میں بھرتی نہیں کیا جاتا اور سول سروس میں بھی ذلت آمیز امتیاز برتا جاتا ہے۔

مسلمانوں کی دوبارہ ہجرت

۱۹۹۰ء اگرچہ حکومت برما نے عالمی دباؤ پر انتخاب کرائے ہیں لیکن نیشنل لیگ فار ڈیموکریسی کی سربراہ اونگ سان سوکی کی قیادت میں ۸۰ فیصد نشستیں حاصل کرنے کے باوجود اقتدار اس کے حوالے نہیں کیا گیا بلکہ الٹا ایک عوام کی منتخب رہنما کو آج چار سال سے نظر بند ہے۔ ساتھ ساتھ اراکان کے مسلمانوں پر ظلم و ستم کے لحاظ سے بھی ۱۹۹۰ء کا سال نہایت سخت رہا ہے' جس سے مجبور ہو کر ایک بار پھر ہزاروں مسلمان بنگلہ دیش میں پناہ لینے پر مجبور ہوئے۔

حکومت برما کا بنگلہ دیش سے خفیہ معاہدہ

جب ۱۹۹۰ء میں ہزاروں مسلمانان اراکان ہجرت کرکے بنگلہ دیش آئے تو ایک دفعہ پھر روہنگیا مسلمانوں کی خبریں دنیا کے سامنے آنے لگی' اور حکومت برما پر مختلف ذرائع سے دباؤ بڑھنے لگا کہ وہ اراکان کے روہنگیا مسلمانوں کو اپنے ملک کے باشندے کی حیثیت سے واپس لیں۔ حتیٰ کہ حکومت پاکستان کی طرف سے وزارت خارجہ کے توسط سے باقاعدہ حکومت برما سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ مسلمانوں کے جان و مال کے تحفظ کے لئے اقدامات کرے اور بنگلہ دیش سے تین لاکھ کے قریب روہنگیا مسلمانوں کو واپس لے۔ لیکن حکومت برما آخروقت تک یہ موقف اختیار کئے ہوئے ہے کہ بنگلہ دیش میں پناہ لینے والے برما کے اصلی باشندے نہیں بلکہ بنگلہ دیشی باشندے ہیں لیکن بعد میں اقوام متحدہ کی مداخلت پر حکومت برما روہنگیا مسلمانوں کو اپنے ملک کے اصلی باشندے ماننے پر تیار ہوئی اور اس سلسلے میں حکومت بنگلہ دیش کے ساتھ ایک خفیہ معاہدہ پر دستخط کئے لیکن حکومت بنگلہ دیش نے روہنگیا مہاجرین اور ان کی قیادت سے مشورے کے بغیر یہ معاہدے کئے' اس لئے تمام مہاجرین اپنے مطالبات کو تسلیم کئے بغیر دوبارہ اراکان میں جانے کو تیار نہیں ہوئے' جس پر بی ڈی آر بنگلہ دیش رائفلز کی طرف سے مہاجرین پر بے پناہ تشدد کیا گیا' جس میں سیکڑوں روہنگیا مسلمان زخمی ہوگئے۔ اس لئے دو لاکھ اسی ہزار مہاجرین میں سے ابھی دو سال میں صرف ۴۰ ہزار مہاجرین واپس گئے ہیں اور جو واپس گئے ان پر حسب سابق مظالم ڈھائے جارہے ہیں۔

تازہ ترین صورت حال

گزشتہ چند روز قبل آنے والے ایک طوفان میں دو سو کے قریب مہاجرین ہلاک اور ایک لاکھ بے گھر ہوگئے ہیں کیونکہ ۱۸۰ کلومیٹر رفتار پر چلنے والی تیز ہوائیں گھاس پھونس کی بستیاں اکھاڑ کر لے گئی' کاکس بازار کے علاقہ میں قائم ۱۸ مہاجر کیمپوں میں سے ۹ مہاجر کیمپ بہت زیادہ متاثر ہوئے ہیں اور روہنگیا مسلمانوں کی نمائندہ اسلامی تحریک آزادی کے امیر ڈاکٹر محمد یونس کی قیادت میں سیکڑوں مجاہدین نے بری افواج کے خلاف گوریلا کارروائیاں تیز کردی ہیں اور ڈاکٹر محمد یونس صاحب خود میدان جہاد میں مجاہدین کی کمان کر رہے ہیں۔ حکومت برما نے ہنگامی صورتحال کا اعلان کردیا ہے اور بنگلہ دیش برما کے بارڈر ہر طرح کی آمدورفت کے لئے بند کردیا گیا ہے۔ دریں اثناء ڈاکٹر محمد یونس صاحب نے ایک پیغام میں تمام مسلمانوں سے اپیل کی ہے کہ وہ روہنگیا مسلمانوں کے اس جہاد میں عملی شرکت کریں اور برما کے خلاف سیاسی و اقتصادی محاذ پر اپنا دباؤ بڑھادیں۔

روہنگیا مسلمانوں کی نسل کشی کے لئے کئے گئے جرائم کے اعداد و شمار تقریباً

۱۔ تباہ شدہ بستیاں پورے اراکان میں...۱۵۷۷۔

۲۔ ملک بدری پورے اراکان میں...۳۰۰۰۰۰۔

۳۔ قتل عام وسیع پیمانے پر ۱۹۴۲ء میں...۱۸۰۰۰۰۔

۴۔ آتش زنی پورے اراکان کے اندر...۶۷۰۰۔

۵۔ عصمت دری پورے اراکان کے اندر...۲۶۰۰۔

۶۔ نظر بندی...۳۵۰۰۔

۷۔ تباہ شدہ مساجد' مکاتب اور مدارس...۱۹۷۵۔

۸۔ قرآن پاک ضبط کئے...۷۰۰۰۰۔

۹۔ ضبط شدہ اراضی وقف...۱۴۰۰۰ ایکڑ۔

۱۰۔ لاپتہ...۲۱۵۰۰۔

حافظ صلاح الدین یوسف

موت کے سوا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گستاخ کی کوئی سزا منظور نہیں

حکمران قادیانیت اور عیسائیت نوازی چھوڑ دیں

علماء کرام اور شمع رسالتؐ کے پروانوں کا اضطراب و احتجاج بجا ہے

کچھ عرصے سے "قانون توہین رسالت" زیر بحث ہے اور اس نے فضا میں کافی ارتعاش پیدا کر رکھا ہے۔ مختلف مقامات پر ہڑتالیں اور احتجاجی مظاہرے بھی ہوئے ہیں۔ یہ سلسلہ تاحال جاری ہے۔ علمائے کرام کے بیانات بھی مسلسل آ رہے ہیں اور ان کے جواب میں ذمے داران حکومت کی طرف سے وضاحتیں اور دھمکیاں بھی زینت اخبار بن رہی ہیں۔ گویا ایک میدان کارزار گرم ہے جس میں طرفین ایک دوسرے پر بیانات کی گولہ باری کر رہے ہیں اور الزامات کی بوچھاڑ ہو رہی ہے۔

یہ قانون چند سال قبل بنا جو اولاً تمام مکاتب فکر کے اتفاق کا آئینہ دار ہے۔ ثانیاً یہ کسی کے بنیادی حقوق کے منافی نہیں ہے کیونکہ ہر ملک میں بانیان مذاہب اور محترم شخصیات کے تحفظ کے لیے قانون موجود ہیں۔ برطانیہ جیسا ملک جو جمہوریت اور آزادی رائے کا چیمپئن کہلاتا ہے وہاں حضرت عیسیٰ اور ملکہ برطانیہ کے خلاف لب کشائی کی اجازت نہیں۔ ان کی اہانت ایک بڑا جرم ہے جس کی سزا وہاں مقرر ہے۔ اگر پاکستان میں بھی ایک اسلامی ملک کی حیثیت سے گستاخ رسولؐ کے لیے سزا کا اہتمام کر دیا گیا ہے تو کون سی ایسی بات ہے کہ اسے کسی اقلیت کے بنیادی حقوق کے منافی باور کرا کے اس میں ترمیم کی ضرورت محسوس کی جائے؟

اقلیتوں کو یقیناً یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے مذہب کے مطابق اپنے مراسم عبادت بجا لائیں' اپنے مذہبی شعار ادا کریں اور اپنی محترم شخصیات کے ساتھ عقیدت کا اظہار کریں لیکن یہ حق کسی کو حاصل نہیں کہ وہ پیغمبر اسلام کے خلاف ہرزہ سرائی کریں یا ان کی شان میں تنقیص و اہانت کا ارتکاب کریں۔ اگر کوئی نام نہاد مسلمان یا غیر مسلم اس قسم کی گستاخی کرتا ہے تو یہ اس کا بنیادی حق ہرگز نہیں ہے بلکہ یہ مسلم اکثریت کے مذہبی جذبات کو مجروح کر کے ملک میں فساد و اشتعال پھیلانے کی نہایت مذموم' قبیح اور اوچھی حرکت ہے' جسے کسی صورت میں نظرانداز کیا جا سکتا ہے نہ معاف کیا جا سکتا ہے۔

پچھلے دنوں خبر آئی کہ وفاقی کابینہ اس قانون میں ترمیم کے ذریعے سزائے موت کی سزا میں نرمی کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔

اس پر شمع رسالت کے پروانوں نے احتجاج کیا اس بنا پر علمائے کرام اور شمع رسالت کے پروانوں کا اضطراب و احتجاج بجا ہے۔ لیکن افسوس ناک امر یہ ہے کہ یہ قانون جس طرح تمام مکاتب فکر کے علما کی متفقہ رائے سے بنا' مجوزہ ترمیم کے خلاف احتجاج میں وہ اتفاق مفقود نظر آ رہا ہے۔ خوش قسمتی سے "متحدہ علما کونسل" کے نام سے ایک پلیٹ فارم پہلے سے موجود ہے جسے اس کے لیے استعمال کیا جا سکتا تھا اور اگر کچھ لوگ اسے زیادہ فعال اور متحرک خیال نہیں کرتے تو اس کا ازالہ بھی بہ آسانی ممکن تھا کہ اس فورم سے متفقہ آواز بلند ہوتی اور اس کے لیے جدوجہد کی جاتی تو شاید زیادہ بار آور اور مفید ہوتی۔ اس وقت صورتحال یہ ہے کہ متحدہ علما کونسل بھی یقیناً اس مسئلے میں سرگرم ہے' اس نے ۹ جولائی کو ایک بھرپور اجتماع بھی کیا جس میں اہلسنت کے تمام مکاتب فکر کے نمائندہ حضرات موجود تھے' لیکن اسی روز بریلوی علماء کا ایک اجلاس بھی اس موضوع پر غور و فکر کے لیے الگ دوسرے مقام پر ہوا۔ اسی طرح تحریک ختم نبوت والوں کی طرف سے الگ احتجاجی مظاہرہ ہوا' اور متحدہ علما کونسل کی طرف سے ایک پریس کانفرنس میں اس کے خلاف آواز بلند کی گئی اور اس سلسلے میں جدوجہد جاری رکھنے کے عزم کا اظہار کیا گیا۔ اہلحدیث حضرات کی طرف سے بھی احتجاجی مظاہرہ ہوا' اور اس کے خلاف آواز بلند کی گئی۔ گویا سب کے سب اس قانون کو برقرار رکھنے کے حق میں ہیں' اور مجوزہ ترمیم کے خلاف ہیں' جو نہایت خوش آئند بات ہے لیکن اس کے لیے جس اتحاد و اتفاق کی ضرورت ہے وہ مفقود ہے جو نہایت افسوس ناک ہے۔

اس سے بھی زیادہ رنج دہ بات یہ ہے کہ وہ مذہبی جماعتیں' جو سر تا پا قدم سیاست میں غرق ہو چکی ہیں' لیکن چونکہ ان کی سیاست مذہب کے نام پر ہی ہے اس لیے ان کا مذہبی تشخص قائم ہے اور وہ اہل مذہب اور علما ہی کی جماعتیں سمجھی جاتی ہیں' انہوں نے بھی انتخابات کے موقع پر اپنی' انتخابی مہم پر تو بلا مبالغہ کروڑوں روپے برباد کر دیے لیکن اس اہم ترین مسئلے پر ان میں سے کسی نے بھی متفقہ آواز بلند کرنے کے لیے ابھی تک کسی اجتماع کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی۔ شاید وہ سمجھتی ہیں کہ اس طرح کہیں ان پر "سیاسی مفادات" حاصل کرنے کا الزام نہ عائد کر دیا جائے یا انہیں "تنگ نظر" نہ سمجھ لیا جائے کیونکہ سیاست کا لبادہ اوڑھنے کے بعد یہ مذہبی جماعتیں ماشاء اللہ اتنی وسیع الظرف ہو گئی ہیں کہ انتخابات کے موقع پر ان کی سیاسی پالیسی کے بارے میں اندھے بھی دیکھ رہے تھے کہ پاکستان میں عورت کی سربراہی کا فتنہ پھر مسلط ہو جائے گا۔ لیکن انہوں نے اس "تنگ نظری" کو کوئی اہمیت نہیں دی اور اپنی سیاسی پالیسی کو کافرانہ سیاست و فراست کے ساتھ پورے عزم سے جاری رکھا اور پھر وزارت عظمیٰ اور صدارتی انتخابات کے موقع پر بھی اپنی اس "سیاست و فراست" پر کوئی سودے بازی نہیں کی اور جو کچھ بھی کیا یا جو کچھ بھی مفادات ان کے سامنے پیش نظر رہے وہ اسی مذکورہ سیاست کافرانہ کے برگ و بار یا اسی محور کے گرد گھومنے والے تھے۔ محسوس ہوتا ہے کہ ان اصحاب جبہ و دستار اور حاملین نوائے سیاست سے خیر کی توفیق ہی سلب ہو گئی ہے اور ان کے وسائل صرف سیاست ہی کے لیے رہ گئے ہیں۔ ایسی سیاست' جس کا نتیجہ ملک و قوم کے حق میں شر ہی کی صورت میں نمودار ہو رہا ہے۔ فالی اللہ المشتکی۔

دوسری طرف اس مسئلے میں حکومت بین الاقوامی سیاست کے گرداب میں پھنسی ہوئی نظر آتی ہے' اس کی وجہ بھی ظاہر ہے کہ جن آقایان ولی نعمت نے موجودہ حکومت کے قیام میں موثر کردار ادا کیا ہے' یہ حکومت ان کے اشارہ ابرو کو کس طرح نظرانداز کر سکتی ہے؟ ان بین الاقوامی طاقتوں یا عیسائی حکومتوں نے اپنے اہل مذہب کی گستاخانہ جسارتوں اور شوخ چشمانہ رویوں کے جواز کے لیے اس قانون میں ترمیم کی ہدایت کی' جس کی بنیاد پر کابینہ نے اس میں ترمیم کی تجویز پاس کی جس کا اعلان وزیر قانون اقبال حیدر نے برطانیہ میں اور وزیراعظم نے آئرلینڈ میں جا کر کیا۔ حتمی طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ مجوزہ ترمیم کا حدود اربعہ کیا ہے؟ آیا حکومت سزائے موت کو عمر قید میں تبدیل کرنا چاہتی ہے یا سزا کے طریقہ کار میں تبدیلی؟ دونوں صورتوں میں قانون کی ساری روح نکل جائے گی اور یہ قانون

ن مردہ کی طرح بے جان یا شاخ بے ثمر بن کر رہ جائے گا۔

حکومت اور اس کے کارندے بار بار وضاحت کر رہے ہیں کہ ہم اس سزا میں کمی کرنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے۔ ٹھیک ہے لیکن اگر سزا کے طریق کار میں ایسی بنیادی تبدیلی کر دی جائے جس سے قانون ہی غیر موثر ہو کر رہ جائے اور اس طرح وہ مقصد حاصل کر لیا جائے جو قانون کی تبدیلی سے پیش نظر تھا' تو بات تو وہی رہی کہ گستاخان رسول ؐ کو سزا سے بچانے کا اہتمام کیا جا رہا ہے۔ جس سے ملک میں اضطراب و تشویش کی لہر دوڑی ہوئی ہے اور اب اس میں کوئی شبہ نہیں رہا کہ حکومت سزا میں ترمیم کرنا چاہتی تھی یا نہیں' یا چاہتی ہے یا نہیں؟ تاہم وہ اس کے طریق کار میں تبدیلی کر کے اسے غیر موثر ضرور بنانا چاہتی ہے۔ چنانچہ اس حکومت کے ناقوس خصوصی یا نفس ناطقہ جناب ارشاد احمد حقانی فرماتے ہیں:

"کابینہ نے جس بات کی منظوری دی تھی وہ صرف یہ تھی کہ توہین رسالت کے ارتکاب یا ارتکاب کے الزام پر فوری مقدمہ درج کرنے کے بجائے پہلے کوئی مجاز عدالت یہ جائزہ لے گی کہ آیا بادی النظر میں کسی جرم کا ارتکاب ہوا ہے یا نہیں؟ اگر عدالت مطمئن ہوئی کہ توہین رسالت' کے قانون کے تحت کسی جرم کا ارتکاب ہوا ہے تو وہ مقدمہ کرنے کی ہدایت اور اجازت دے گی۔"

یہ کالم نگار اپنی قدیم پالیسی یا نظریاتی وابستگی کے باعث اسکی حمایت کرتے ہوئے آگے فرماتے ہیں۔

"جو طریقہ کار تجویز کیا جا رہا تھا وہ موجودہ طریق کار سے بہتر تھا اور اس پر اعتراض کی گنجائش نہ تھی۔ طریق کار میں تبدیلی اس لیے مطلوب تھی کہ موجودہ طریق کار کے تحت قانون کے غلط استعمال کا اندیشہ بہت زیادہ پایا جاتا تھا۔" (روزنامہ "جنگ" لاہور۔ 5 جولائی صفحہ 5)

ان صاحب کو جس طرح پہلے بھی پیپلز پارٹی کی حکومت کے کسی اقدام میں کوئی قابل گرفت چیز نظر نہیں آئی' جب بھی کچھ نظر آیا تو وہ حسن ہی حسن ہے جس کا اظہار وہ اپنے کالموں میں کرتے۔ اس ترمیم میں بھی جو مسلمات کے یکسر خلاف ہے' انہیں برائی کے بجائے حسن ہی نظر آیا ہے کیونکہ یہ بھی:

ع ان کی زلف میں پہنچی تو حسن کہلائی

ہی کی آئینہ دار ہے۔

حالانکہ پوچھا جا سکتا ہے کہ "غلط استعمال کا اندیشہ" کس قانون میں نہیں ہے؟ دنیا کے ہر قانون میں یہ اندیشہ موجود ہی نہیں ہے بلکہ عملی طور پر غلط استعمال ہو رہا ہے۔ کونسا قانون ہے جس کے تحت جھوٹے مقدمات درج نہیں ہوتے؟ پھر صرف اس ایک قانون کے بارے میں یہ تجویز کہ ملزم کو اس وقت تک گرفتار نہ کیا جائے جب تک عدالت مجاز یہ فیصلہ نہ دے دے کہ واقعی جرم کا ارتکاب ہوا ہے' ایک طرفہ تماشہ ہی ہے حالانکہ اگر عدالت نے جرم کے ارتکاب کا یقین حاصل کر لیا ہے تو اس کے بعد مزید عدالتی کارروائی کی ضرورت ہی کیا باقی رہ جاتی ہے؟ عدالتی کارروائی تو ثبوت جرم کے لیے ہوتی ہے' اگر جرم ثابت ہو گیا ہے تو پھر دوبارہ عدالتی کارروائی کا جواز کیا رہ جاتا ہے؟ دوسری طرفگی اس میں یہ ہے کہ عدالت مجاز کے فیصلے تک اسے گرفتار نہ کیا جائے۔ حالانکہ دنیا جانتی ہے کہ جو واقعی مجرم ہوتا ہے اسے اگر فرار کا موقع فراہم ہو جائے تو پھر وہ دستیاب نہیں ہوتا اور یہاں تو اس ترمیم کے ذریعے سے حکومت خود مجرم کو فرار کا موقع فراہم کر رہی ہے۔ عدالتی فیصلے کے بعد اسے کہاں سے گرفتار کیا جائے گا؟ ہمارے ملک میں تو شناختی کارڈ تک جھوٹے اور غلط بنے ہوئے ہیں اور داروگیر کا کوئی موثر انتظام ہی سرے سے نہیں ہے' جیسا کہ بعض دوسرے ملکوں میں ہے' جہاں یہ تو ممکن ہے کہ کوئی شخص کسی گھر میں محصور رہ کر قانون کی گرفت سے کچھ عرصے کے لیے بچا رہے لیکن یہ ناممکن ہے کہ وہ چیکنگ کے بغیر ایک شہر سے دوسرے شہر میں یا بیرون ملک منتقل ہو جائے۔ کیا ہمارے ملک میں چیکنگ کا ایسا ہمہ گیر انتظام ہے؟ یہاں تو لوگ بڑے بڑے فراڈ کر کے یا قتل کر کے ادھر ادھر ہو جاتے ہیں یا آزاد قبائلی علاقوں میں پناہ لے لیتے ہیں یا بیرون ملک فرار ہو جاتے ہیں اور اس طرح بڑے سے بڑا مجرم بھی بچ نکلنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ جب ہمارے ملک میں خطرناک جرائم کے مرتکبین کی داروگیر کا موثر انتظام ہی نہیں ہے تو گستاخ رسول ؐ کو اگر پہلے مرحلے پر ہی گرفتار نہیں کیا جائے گا تو بعد میں اسے گرفتار کرنا اور اسے سزا دینا کیونکر ممکن ہو گا؟ ہم اس ترمیم کی حمایت کرنے والے وزراء اور صحافیوں سے پوچھتے ہیں کہ دیگر بڑے سے بڑے جرائم کے لیے جو قانون بنے ہیں' کیا یہ پسند کریں گے کہ ان میں بھی ترمیم کر دی جائے کہ مجرم کو صرف الزام لگنے کی صورت میں گرفتار نہیں کیا جائے گا بلکہ اسی وقت گرفتار کیا جائے گا جب کوئی عدالت مجاز یہ فیصلہ دے گی کہ واقعی جرم کا ارتکاب ہوا ہے۔

اگر توہین رسالت کے قانون میں یہ ترمیم بہت اچھی بلکہ ضروری ہے تو پھر ہر قانون کے لیے اچھی اور ضروری ہونی چاہیے۔ کیا "ایک قانون" کے بجائے تمام قوانین کو زیادہ بہتر اور اچھا بنانا مفید نہیں ہے؟ کوئی بھی قانون شکنی' قابل دست اندازی پولیس نہیں ہونی چاہیے تاکہ کسی بھی قانون کے غلط استعمال کا اندیشہ باقی نہ رہے۔ ہر قانون ایسا بے ضرر ہو جائے کہ کسی بھی جرم کے مرتکب کو فوری گرفتاری کا خوف نہ رہے۔ پھر دیکھئے کہ آپ کی یہ "اچھی اور ضروری ترمیم" ملک میں کیا قیامت ڈھاتی ہے۔ صرف آزمائش شرط ہے۔ آزمائیے اور نتیجہ دیکھ لیجئے!

بہرحال "قانون توہین رسالت" میں مجوزہ ترمیم نہایت خطرناک ہے' اور اس کا مقصد گستاخان رسول کو سزا سے بچانا ہے' اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ لوگ گستاخی کریں گے اور سزا سے بچتے رہیں گے اور پھر اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ لوگ اس قانون کو خود ہاتھ میں لے کر موقع پر ہی گستاخان رسول ؐ کو سزا دینے کا اہتمام کریں گے کہ مسلمان چاہے کتنا بھی بے عمل یا بد عمل ہو اس جذبے سے بہرحال سرشار ہے کہ۔

جب تک کٹ نہ مروں میں خواجہ یثرب کی عزت پر
خدا شاہد ہے کامل مرا ایماں ہو نہیں سکتا

قرآن پاک
غیر مسلموں کی نظر میں

- ... قرآن پاک کی نظیر سارے جہاں میں نہیں ملتی (ڈاکٹر گبن)۔
- ... قرآن مجید ایک قانون فطرت ہے (سر ولیم میور)۔
- ... قرآن مجید کا مقصد توحید الٰہی ہے (ڈاکٹر مارٹن)۔
- ... قرآن مجید سب سے زیادہ قابل احترام ہے (چیمبر انفارمیشن)۔
- ... قرآن مجید اپنا ادب خود کرواتا ہے (ڈاکٹر جے ڈبلیو لائٹنر)۔
- ... قرآن مجید سن کر انسان بے اختیار سجدہ میں گر جاتا ہے (جان ریک)۔

اسلام اور اہل اسلام کے خلاف اپنوں اور غیروں کی
سازشوں سے پردہ اٹھانے والی عظیم الشان کتاب
الکامل اردو
کل صفحات 704 ... قیمت 200 روپے ... 150 روپے
ادارہ احیائے سنت
74200

ولقد زينا السماء الدنيا بمصابيح
اور ہم نے آسمانوں کو زینت دی ستاروں سے
سُنارا جیولرز
آسمانوں کی زینت ستارے
خواتین کی زینت زیورات
صرافہ بازار میٹھادر کراچی نمبر ۲
فون نمبر: ۲۴۳۵۰۸۰

تحریر۔ محمد علی صدیقی (بھکر)
عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی

مرزا طاہر دن میں خواب دیکھنا چھوڑ دے

مرزا طاہر کے حالیہ بیانات پر

مبلغ ختم نبوت مولانا محمد علی صدیقی کا منہ توڑ جواب

قادیانیو! عقل سے کام لیتے ہوئے مرزا قادیانی پر لعنت بھیج کر جہنم سے چھٹکارا حاصل کر لو

گزشتہ دنوں روزنامہ پاکستان لاہور میں قادیانیوں کا سربراہ مرزا طاہر جو پاکستان سے فرار ہو کر برطانیہ میں مقیم ہے' ایک بیان شائع ہوا ملاحظہ فرمائیں۔

"پاکستان میں قادیانیت کا بول بالا ہونے کا وقت آ پہنچا' ملک بھر میں اپنی ہزاروں عبادت گاہیں تعمیر کریں گے۔"

قادیانی لیڈر کی ڈش انٹینا کے ذریعہ تقریر۔ روزنامہ پاکستان نے لکھا کہ ان خیالات کا اظہار قادیانیوں کے سربراہ مرزا طاہر احمد نے لندن میں ہونے والے جلسہ میں خطاب کرتے ہوئے کہا یہ تقریر ربوہ میں ڈش کے ذریعہ احمدیہ ٹیلی ویژن پر دکھائی گئی۔ روزنامہ پاکستان ۲۰ اگست ۱۹۹۴ء

یہ ہیں وہ الفاظ جو قادیانیوں کے سربراہ مرزا طاہر نے لندن جلسہ میں کہے۔

ا۔ قادیانیت کا پاکستان میں بول بالا ہونے والا ہے۔

۲۔ ملک بھر میں اپنی ہزاروں عبادت گاہیں تعمیر کریں گے

مرزا طاہر کا یہ دعویٰ ہمارے نزدیک کوئی حقیقت اور حیثیت نہیں رکھتے کیونکہ یہ صرف مرزا طاہر کا دعویٰ نہیں۔ اس سے پہلے مرزا ناصر جو قادیانیوں کا تیسرا سربراہ تھا اس نے بھی ۱۹۷۴ء سے قبل دعویٰ کیا تھا جب سرگودھا ایئر بیس سے چار جنگی طیاروں نے جن کے پائلٹ قادیانی تھے اس وقت سلامی دی تھی۔ جب وہ ربوہ میں سالانہ جلسہ سے تقریر کرنے کے لئے کھڑا ہوا طیاروں کی سلامی دیکھ کر کہا کہ پھل پک کر تیار ہو چکا ہے اب تمہاری جھولیوں میں گرنے والا ہے۔

لیکن دنیا جانتی ہے اور جس پھل کو حاصل کرنے کا دعویٰ تھا یعنی ملک میں حکمرانی ہوگی۔ اس ملک کی قومی اسمبلی نے تیرہ دن کی طویل بحث کے بعد؟ مرزا ناصر کو اسمبلی میں بلا کر بحث کی اور یہ بحث آن ریکارڈ ہے۔ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا گیا پکا ہوا پھل تو کیا ملنا تھا بلکہ قادیانیت کو بدبودار چیز سمجھتے ہوئے امت مسلمہ کے جسم سے الگ کر کے غیر مسلم کی صف میں شامل کر دیا اور تمام مرزائی جو مرزا کی تقریر سننے کے بعد اس زعم میں تھے کہ جب ہماری حکمرانی کے دن قریب ہیں اس فیصلہ کو بڑی حسرت سے دیکھ رہے تھے دوسری طرف اپنے سربراہ کے اعلان کو شاید ان کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ ایسا بھی ہو سکتا ہے اور یہ اس لئے ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے تقدیر میں قادیانیوں کے لئے ذلت اور رسوائی قومی اسمبلی کے ممبران کے ہاتھوں لکھ دی تھی اس لئے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے بغاوت کر کے مرزا غلام قادیانی کی غلامی کا لعنتی طوق اپنے گلے میں پہن لیا تھا۔ قومی اسمبلی کے فیصلہ کے ساتھ قادیانی ایک گالی بن گئی ہے اب مرزا طاہر اپنی مردہ جماعت میں جھوٹی روح پھونکے اور جو قادیانی جماعت سے مایوس ہو چکے ہیں ان کو قابو میں لانے کی خاطر ایک ایسا شوشہ چھوڑ دیا کہ عنقریب قادیانیت کا پاکستان میں بول بالا ہو گا اور ہم اپنی عبادت گاہیں تعمیر کریں گے ہم مرزا طاہر کو کہتے ہیں عقل سے کام لو اور خواب دیکھنا چھوڑ دو۔ مرزا طاہر کی تمام باتیں اپنی جماعت کے مایوس طبقہ کو ساتھ ملانے کے لئے ہیں جسے مرزا طاہر نے کچھ عرصہ پہلے پوری امت مسلمہ کو مباہلہ کا چیلنج کیا مرزائی مباہلہ کا چیلنج سامنے آتے ہی نبی آخر الزمان ﷺ کے سپاہیوں اور شیدائیوں نے مباہلہ کا منہ توڑ جواب دے کر مرزا طاہر کو میدان میں آنے کی دعوت دی پاکستان میں بہت سے علماء کرام کے علاوہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے نائب امیر مولانا محمد یوسف لدھیانوی دامت برکاتہم نے جماعت کی طرف سے مرزائی کو میدان میں آنے کی دعوت دی اس کے علاوہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے دو عظیم جرنیلوں فاتح قادیانیت مولانا اللہ وسایا اور مولانا عبدالرحمٰن یعقوب باوا نے برطانیہ میں جہاں مرزا طاہر موجود تھا وہاں پر اس کا نام نہاد مباہلہ نہ صرف قبول کیا بلکہ سرعام میدان میں آنے کے لئے للکارا اور برطانیہ میں مولانا بشیر احمد مصری بن مولانا عبدالرحمٰن مصری نے بھی مرزا طاہر کی دعوت مباہلہ قبول کرتے ہوئے میدان میں آنے کے لئے کہا مولانا بشیر احمد مصری پہلے قادیانی رہ چکے تھے اور مرزا طاہر احمد کے باپ مرزا محمود کی عیاریوں اور غیر فطرتی فعل سے بدظن ہو کر مسلمان ہو گئے اور قادیانیت کے بخیے ادھیڑنے لگے۔ مرزا طاہر کا چونکہ صرف دعویٰ تھا اور اپنے دعویٰ میں جھوٹا تھا اس لئے میدان میں آنے کی جرات نہ ہوئی۔ ہم اب بھی علی الاعلان کہتے ہیں مرزا طاہر نے جو لندن جلسہ میں کہا ہے وہ جھوٹ ہے اور اپنی مردہ جماعت میں روح پھونکنے کا ایک ذریعہ ہے۔ ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ اب قادیانیت کا انجام بہت قریب ہے۔ بہت جلد قادیانیت کے ناپاک وجود سے اللہ تعالیٰ اس دھرتی کو پاک کر دیں گے۔ دور کیوں جائیں حال ہی میں پاکستان کی عدالت عظمیٰ سپریم کورٹ نے قادیانیت کے خلاف ایک فیصلہ کی بحث کے بعد ایک تاریخی فیصلہ دے کر قادیانیت کے تابوت میں ایک ایسی کیل گاڑ دی ہے جس کو ذریت قادیانیت پوری عمر نہیں نکال سکتی۔ اسی کیس کی سماعت کے بعد (راقم اس کیس کی پوری کارروائی میں حضرت مولانا اللہ وسایا کی قیادت میں موجود رہا) جب فیصلہ محفوظ کر لیا گیا تو مرزا طاہر نے ایک اعلان میں کہا تھا کہ اب پاکستان میں فضا بدلی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ اس کا خیال تھا کہ تمام جج قادیانیوں کے حق میں فیصلہ دیں گے لیکن فضا ایسی بدلی کہ جس ہوا کو یہ اپنے لئے ٹھنڈی ہوا سمجھتے تھے ایک طوفان کی طرح سے چلی اور قادیانیت کی بنیادیں ہلا کر رکھ

ریں کہ بینچ کے چار ججوں نے علی الاعلان قادیانیت کے خلاف فیصلہ دے کر مرزا طاہر احمد کی تمام امیدیں اور تمام خواب جھوٹے ثابت کر دیئے اور قادیانی ایک بار پھر اسی طرح ہاتھ ملتے رہ گئے جس طرح قومی اسمبلی کے فیصلہ سننے کے بعد مل رہے تھے اور ہاں قادیانی سربراہ کا یہ دعویٰ کوئی نئی بات نہیں۔ ایسے دعوے کرنا تو قادیانیوں کو وراثت میں ملا ہے کیونکہ ان کے بانی مرزا قادیانی کی تمام عمر مختلف دعووں میں گزر گئی لیکن آج تک کوئی دعویٰ پورا نہ ہوا۔ مرزا قادیانی نے مہدی ہونے' مسیح موعود ہونے' نبی ہونے اور دعویٰ دعویٰ جات کئے امت مسلمہ نے عشق نبی ﷺ میں سرشار ہو کر مرزا کے ہر دعوے کو حقارت سے ٹھکرا دیا۔ مرزا نے ایک دعویٰ محمدی بیگم سے نکاح کا کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں پر محمدی بیگم کا نکاح مجھ سے کر دیا ہے۔ یہ دعویٰ نہ صرف جھوٹا ثابت ہوا بلکہ محمدی بیگم کے والد نے مرزا کی آنکھوں کے سامنے محمدی بیگم کا نکاح دوسرے شخص سے کر دیا اور محمدی بیگم نے احسن طریقہ سے اس شخص کے پاس زندگی گزاری اور مرزا قادیانی محمدی بیگم کی زندگی میں ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو واصل جہنم ہوا اور مرزا کا دعویٰ جھوٹا ہوا۔ اسی طرح حکیم نور الدین اور مرزا محمود کے دعووں کا حال ہوا۔ ہمارا قادیانیوں کو مفید مشورہ ہے کہ تم اپنی تاریخ کا مطالعہ کرو جس کو تم نے اپنا رہبر مانا ہوا ہے کیا اس کے دعووں میں سے کوئی دعویٰ آج تک پورا ہوا؟ اگر نہیں ہوا اور حقیقتاً" پورا نہیں ہوا اور نہ آئندہ ہوگا تو پھر عقل سے کام لیتے ہوئے آنجہانی مرزا غلام قادیانی پر لعنت بھیج کر اور جہنم سے چھٹکارا حاصل کر لو۔ نبی آخر الزمان ﷺ جن کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا' نہ شرعی' نہ غیر شرعی' نہ ظلی نہ بروزی' جن کی تمام پیش گوئیاں حرف بہ حرف پوری ہوئیں اور ہو رہی ہیں ان کے دامن سے وابستہ ہو کر جنت کے حق دار بن جاؤ۔

●●

علاج ومعالجہ

حکیم حیدر عباس

سانس کی بدبو کا علاج

ورزش' پانی' پھلوں اور سبزیوں کا استعمال دائمی قبض کے خلاف گارنٹی ہے

سانس یا منہ سے بدبو آنا نہایت ناخوشگوار ہے اور اکثر اوقات مریض خود اس مرض کے بارے میں لاعلم ہوتا ہے اور اس کے پاس بیٹھنے والے اس لئے اسے آگاہ کرنے سے گریز کرتے ہیں کہ شاید یہ بات اخلاقی تقاضی سے بعید ہو نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مریض اپنے مرض سے لاعلمی کے باعث اس کا سبب دریافت کرنے اور علاج کی طرف سے غافل رہتا ہے یہاں تک کہ ایک طرف تو مرض بڑھتا چلا جاتا ہے اور دوسری طرف تو مریض کے اعزاء و اقارب اس سے متنفر ہو کر اس کے پاس بیٹھنے سے گریز کرتے ہیں۔ اور حتی الوسع اس کے ساتھ بیٹھ کر کھانے پینے سے اجتناب کرتے ہیں۔ یہاں مریض کی احباب سے گزارش کروں گا کہ وہ مریض کو اس مرض سے آگاہ کریں۔ اس سے دور دور رہنا نامناسب ہے حسن اخلاق کا تقاضا ہے کہ وہ مریض کو اس مرض سے جلد از جلد آگاہ کریں تاکہ وہ اپنا علاج کرا سکے۔

سانس سے بدبو آنے کے بہت سے اسباب ہیں۔ اکثر اوقات دانتوں کے امراض مثلاً پائیریا' ما خورہ یا دانتوں میں سوراخ دائمی سوزش کے سبب بنتا ہے' گاہے بگاہے نزلہ بگڑنے کے بعد حلق کے اندر غدود کی دائمی سوزش یا اس میں پیپ کی موجودگی یا پھر پھیپھڑے کا کوئی نقص یا ہاضمے کی خرابی سانس یا منہ سے بدبو آنے کا سبب بن جاتی ہے۔

مندرجہ بالا تمام اسباب کے علاوہ سانس کی بدبو کا ایک اہم سبب دائمی قبض ہے اور اکثر اوقات عورتیں اس کا شکار ہوا کرتی ہیں یاد رہے کہ جب غذا تحلیل ہو کر آنتوں میں اترتی ہے تو ان کے ابتدائی حصوں میں اس کے ہضم ہونے والے موجودہ اجزاء خون میں جذب ہو جاتے ہیں باقی مواد جو زیادہ تر فضلات پر مشتمل ہوتا ہے آنتوں کے آخری حصہ میں پہنچ کر خارج ہونے کا منتظر رہتا ہے۔ یہ مواد اگر زیادہ دیر تک رکا رہے تو اس میں کئی قسم کی بدبودار ہوائیں پیدا ہوتی ہیں جو خون میں جذب ہوتی رہتی ہیں۔ جب یہ خون پھیپھڑوں میں صفائی کے لئے پہنچتا ہے تب یہ ہوائیں خون سے علاحدہ ہو کر سانس کے ذریعہ خارج ہوتی ہیں اور اکثر یہی صورت سانس سے بدبو آنے کا سبب بنتی ہے۔ چنانچہ اگر دانت' حلق' ناک وغیرہ کے افعال درست ہیں اور پیٹ سے متعلق کوئی مرض نہیں ہے تو غالباً" قیاس یہی ہو سکتا ہے کہ منہ سے بدبو آنے کا سبب دائمی قبض ہے۔ یہاں ایک بات غور طلب ہے کہ یہ ضروری نہیں کہ ایک شخص جو اپنے معمول کے مطابق روزانہ رفع حاجت کے لئے بیت الخلاء جائے تو قبض کا مریض نہیں یاد رہے کہ قدرتی طور پر غذا کا تمام فضلہ بارہ سے چوبیس گھنٹے تک خارج ہونا ضروری ہے۔ مگر دیکھا گیا ہے کہ بعض لوگوں میں اڑتالیس گھنٹے بعد ایسا ہوتا ہے۔ یعنی ہر روز جو فضلہ خارج ہوتا ہے وہ پچھلے سے پچھلے دن کا ہوتا ہے۔

اس بات کا فیصلہ کرنے کے لئے کہ مریض دائمی قبض کا شکار ہے یا نہیں ایک آسان امتحان ہے کہ عام لکڑی کا کوئی کوئلہ باریک پیس کر ایک چائے کے چمچ کے مقدار پانی کے ہمراہ نگل لیں اگر یہ چوبیس گھنٹے تک خارج نہ ہو تو سمجھ لیا جائے کہ آنتوں کا عمل سست اور دائمی قبض موجود ہے۔ ایسی صورت میں دائمی قبض کا علاج کرنا چاہئے۔ لیکن دائمی قبض کا علاج کرتے وقت قبض کشا دواؤں کا استعمال درست نہیں ایسا کرنا بجائے فائدے کے نقصان کا باعث ہو سکتا ہے کیونکہ قبض کشا دوا کے استعمال سے ایک بار تو آنتوں کا عمل تیز ہو جاتا ہے مگر اس عارضی تیزی کے بعد پھر سست روی شروع ہو کر دائمی قبض کا عارضہ اور مستحکم ہو جاتا ہے۔

دائمی قبض کے علاج سے متعلق اطباء کرام کے معمولات میں جو اصول علاج ہے وہ آنتوں کے عمل کی قدرتی بحالی اور ایسی غذا کا استعمال ہے جس سے فضلہ زیادہ بنے اس کے ساتھ ساتھ جسمانی صحت کی بحالی کی جائے تاکہ آنتیں اپنے افعال صحیح و سالم طریقے سے ادا کر سکیں۔

نوجوان لڑکیوں اور عورتوں کو چاہئے کہ ہانڈی چولہے کے علاوہ ایسی ورزش کرنے کو معمول بنائیں جس سے اچھی طرح پسینہ خارج ہو جائے۔ ذرا زیادہ عمر کے لوگوں کو سخت ورزش کے بجائے دو چار میل پیدل چلنا خاطر خواہ نتائج کا حامل ہوتا ہے۔ دوسری بات یہ کہ پانی کے کم از کم چھ سات گلاس دن میں ضرور پئے جائیں تاکہ آنتوں کی قدرتی رطوبتوں کی مقدار میں کمی نہ ہونے پائے۔ رطوبتوں کی کمی یعنی آنتوں کی خشکی کا سبب پانی کی قلت ہوتا ہے نیز یہ کہ زیادہ پانی پینے سے جلد اور گردے کے فاسد مادے بھی خارج ہو جاتے ہیں۔

یہاں صرف گیس ٹربل یا تبخیر معدہ کے مریض یاد رکھیں کہ وہ کھانا کھانے کے فوراً بعد پانی نہ پئیں بلکہ کچھ وقفہ دے کر پانی کا استعمال کریں۔ یہ وقفہ چند منٹ سے ایک گھنٹے تک بھی ہو سکتا ہے۔

تیسری بات جو دافع قبض ہے وہ یہ کہ ایسی غذاؤں کا استعمال کیا جائے جو قدرتی طور پر قبض کشا ہوں۔ اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے پھل اور سبزیاں بہتر ہیں۔

یعنی آم' کھجور' آلو بخارا' خربوزہ' انجیر اور دیگر موسمی پھل وغیرہ ان پھلوں میں ایسے اجزاء قطعاً نہیں ہوتے جو آنتوں میں جمع ہو کر نقائص پیدا کریں۔ بلکہ ان میں موجود وٹامن صحت کو برقرار رکھنے میں مددگار ثابت ہوتے ہیں۔ جو لوگ متواتر پھلوں کا استعمال نہیں رکھ سکتے وہ متبادل کے طور پر سبزیوں کا استعمال کر سکتے ہیں۔ گاجر' چقندر' لوکی کدو' سلاد' سرسوں کا ساگ اس کام کے لئے بے حد مفید ہے۔

باقی ص ۲۵ پر

ایڈیشنل سیشن جج بھکر نے قادیانی نمبردار کی درخواست ضمانت قبل از گرفتاری منسوخ کردی اور قادیانی نمبردار کو گرفتار کر کے جیل روانہ کردیا

بھکر(نمائندہ ختم نبوت) بھکر ایڈیشنل سیشن جج نے قادیانی نمبردار ربیر احمد کی درخواست ضمانت مسترد کر کے قادیانی نمبردار کو گرفتار کروا کر جیل بھجوا دیا۔ رپورٹ کے مطابق قادیانی نمبر چک ۱۲-ایم ایل نے کچھ عرصہ پہلے ضلع کونسل ہال میں خاندانی منصوبہ بندی کے پروگرام میں تقریر کرتے ہوئے شعائر اسلام "بسم اللہ الرحمن الرحیم" اور "السلام علیکم" استعمال کیا' جس پر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت بھکر کے راہنما ڈاکٹر دین محمد فریدی نے قادیانی نمبردار کے خلاف ۲۹۸-سی کے تحت مقدمہ درج کرایا' جس پر مذکورہ نمبردار نے ضمانت قبل از گرفتاری کرائی' جس کو ایڈیشنل سیشن جج بھکر نے ۹۴-۷-۲۸ کو مسترد کردیا۔ مسلمانوں کی طرف سے کیس کی پیروی عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے قانونی مشیر جناب ملک محمد عثمان اور محمد عمر خان چوہان ایڈووکیٹ و انجم رضا ایڈووکیٹ نے کی۔ قادیانیوں کی طرف سے چوہدری عبدالرحمن وکالت کے لئے پیش ہوئے۔ طرفین کے وکلاء کی بحث سننے کے بعد جج نے ضمانت قبل از گرفتاری منسوخ کر کے قادیانی نمبردار کو جیل روانہ کردیا۔ موقع پر موجود مسلمانوں نے اسلام کی فتح کا نعرہ بلند کیا اور قادیانی شرم کے مارے نظر جھکا کر چلے گئے۔ یاد رہے کہ مذکورہ نمبردار قادیانیت کی تبلیغ نمبردار ہونے اور المسلم اخبار اسلام آباد کا صحافی ہونے کے زعم میں بڑھ چڑھ کر کرتا تھا۔

حسن پور کبیروالا میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا قیام

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی راہنما مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی نے حسن پور کبیروالا میں جمعۃ المبارک کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے قادیانیوں کو اسلام کی دعوت دی۔ انہوں نے دلائل و براہین سے عقیدۂ ختم نبوت کی حقانیت اور مرزائیت کے کذب و افتراء پر تفصیلاً" روشنی ڈالی۔ واضح رہے کہ بشارت نامی قادیانی خانیوال میں پولیس کا "لیگل انسپکٹر" ہے انتظامیہ کی ملی بھگت سے حسن پور میں قادیانی علی الاعلان اذانیں دیتے ہیں' تبلیغ کرتے ہیں' اپنے مکانوں' دوکانوں' عبادت گاہوں حتیٰ کہ قبروں پر کلمات طیبہ اور آیات قرآنی تحریر کئے ہوئے ہیں۔ لیگل انسپکٹر کی شہ پر متعلقہ تھانے کا انسپکٹر' اے ایس آئی اور کئی ایک ملازم حسن پور آئے اور انہوں نے میزبانوں کو لاؤڈ اسپیکر استعمال کرنے سے روک دیا۔ بغیر لاؤڈ اسپیکر کے مولانا شجاع آبادی نے تقریباً ایک گھنٹہ تک قادیانیت کی دھجیاں بکھیریں۔ جمعہ کی نماز کے بعد سوال و جواب کی محفل منعقد ہوئی۔ نوجوانوں نے قادیانیوں کی طرف سے پیدا کئے ہوئے شکوک و شبہات پیش کئے جس کا مولانا شجاع آبادی نے تسلی بخش جواب دیا۔ بعد ازاں نوجوانوں سے خطاب کرتے ہوئے مولانا نے کہا کہ قادیانیت کا منظم طریقہ پر مقابلہ کرنے کے لئے مجلس کا یونٹ قائم کیا جائے۔ چنانچہ ذیل انتخاب عمل میں آیا۔ سرپرست محمد اکرم ولد حبیب علی حسن پور' امیر اختر حسین ولد حاکم علی' نائب امیر پرویز ولد مرید حسین' ناظم اعلیٰ شوراز احمد ولد مقبول احمد' ناظم سجاد حسین ولد سردار علی' ناظم نشر و اشاعت سعید احمد' خزانچی اختر حسین۔ اس پروگرام میں ضلع خانیوال کے مبلغ مولانا عبدالعزیز بھی شریک رہے۔

بڑھتی ہوئی بے حیائی و فحاشی کا ذمہ دار کون؟

جناب صدر پاکستان کا پروفیسر ڈاکٹر وسیم صاحب نے ایک کھلا خط لکھ کر آگاہ کیا کہ میں نے امریکہ کیوں چھوڑا۔ انہوں نے کہا کہ مجھے وہاں پر ہر قسم کی آرائش اچھی ملازمت میسر تھی۔ مگر بچوں کی تربیت کے لئے اصلاحی ماحول نہیں مل رہا تھا مگر تعجب اور افسوس میں نے پاکستان میں آکر تقریباً وہی کچھ پایا جس سے بچ کر میں امریکہ بھاگا تھا۔ اسلام کی علمبردار حکومت کو تقریباً ایک سال گزر چکا ہے لیکن ملک میں اسلام نام کی ایک کرن بھی دکھائی نہیں دیتی۔ یورپی ممالک کی طرح سودی کاروبار' ناچ گانے کے لائسنس' ثقافت کے نام پر الحمرا ہالوں' باغ جناح میں اور کلبوں' تھیٹروں' کالجوں میں شرفاء کی لڑکیوں سے ڈانس' رقص و سرور کی تعلیم دی جارہی ہے۔ ارباب اختیار کی بیگمات اور شرفاء کی نوجوان لڑکیوں کی تصویریں اخبارات کی زینت بن رہی ہیں۔ ٹیلی ویژن پر فحش ڈرامے' بیہودہ اور لچر پروگرام نیز نیلام گھر کی آڑ میں طارق عزیز صاحب مخلوط محفلوں کے جھرمٹ میں نوجوان لڑکے لڑکیوں کو فل میک اپ اور عریاں لباس سے مزین آمنے سامنے بٹھا کر جذبات کو ابھارنے والے سیکسی گانوں کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ سی این این' این ٹی ایم اور دوسرے چینل کے ذریعے فحاشی کو فروغ دے کر اور عورت کو اشتہار کے طور پر استعمال کر کے دینی غیرت کا جنازہ نکال دیا گیا ہے۔ اس کی وجہ سے ۹۰ فیصد عورتوں نے احکام خداوندی کے خلاف ورزی کرتے ہوئے پردہ ختم کردیا ہے۔ ویڈیو کی دکانوں اور بازاروں میں عورتوں کی عریاں تصویریں آویزاں کی جارہی ہیں۔ دوسری طرف اخبارات اور رسالہ جات بھی فیشن شو کے نام پر' کبھی ثقافت کی آڑ میں اور کبھی کھیلوں کے ذریعے عورت کی عریاں اور فحش لباس میں تصویریں چھاپ رہے ہیں۔ رہی سہی کسر وی سی آر کی کھلی اجازت دے کر نوجوان نسل کو گمراہ کیا جارہا ہے اور معاشرے کو ذلیل سے ذلیل تر بنایا جارہا ہے۔ جس کی وجہ سے آئے دن نو عمر لڑکے لڑکیوں سے زنا بالجبر ہورہے ہیں اور دوسری طرف کشمیر اور ہندوستان میں لاکھوں مسلمان شہید ہوچکے ہیں اور بھارتی فوج روزانہ مسلمان عورتوں کی عزتیں لوٹ رہی ہیں۔ ملک میں قتل و غارت گری' زنا' ڈکیتی' اغواء' لوٹ مار' دھماکے اور کسی کی عزت' جان و مال محفوظ نہیں لیکن ہمارے وزراء شراب' نائٹ کلبوں میں ناچ گھروں سے ڈانس کر رہے ہیں۔ خدارا ملک پر رحم کرو۔ ایک مسلمان ہونے کا ثبوت دو اور اپنا وعدہ ملک میں اسلامی نظام نافذ کر کے منکرات کا خاتمہ کریں اور کشمیر میں ہونے والی بربریت اور ظلم و ستم کو مد نظر رکھتے ہوئے قرآن پر عمل کرتے ہوئے جہاد کا اعلان کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق دے۔

حکومت پاکستان کے تمام ارباب اختیار کے نام اپیل

۱۔ مسلمانوں کا دیرینہ مطالبہ پاکستان میں قرآن و سنت کا قانون نافذ کر کے اسکولوں' کالجوں میں دینی تعلیم کو لازمی قرار دیا جائے اور دینی تعلیم حاصل کرنے والے کو اعلیٰ ملازمت میں ترجیح دی جائے۔

۲۔ ملک میں فرقہ واریت کو ختم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ جن کتابوں میں قرآن کی نفی کی گئی ہو۔ رسول اکرم ﷺ' صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین' اہل بیتؓ کی شان میں گستاخی کی گئی ہو' ان تمام کتابوں کو فوری ضبط کر کے آئندہ شائع کرنے پر پابندی لگائے جائے خلاف ورزی کی صورت میں کڑی سزا مقرر کی جائے۔

۳۔ قادیانیوں کا عقیدہ ہے کہ جہاد حرام ہے۔ لہٰذا فوج کے تینوں شعبوں سے خاص کر اور دوسرے محکموں کے کلیدی عہدوں سے قادیانیوں کو فوری برطرف کیا جائے اور منکرین ختم نبوت کی شرعی سزا مقرر کی جائے۔

۴۔ پاکستان سے فحاشی کے اڈے' شراب' جوا' سودی کاروبار' ناچ گانے کے لائسنس منسوخ کر کے تمام منکرات کا خاتمہ کیا جائے۔

۵۔ ٹیلی ویژن' وی سی آر' ڈش انٹینا کے ذریعہ پھیلائی جانے والی فحاشی کو بند کیا جائے۔ اخبارات' رسائل' فلمی پوسٹروں پر عورت کی عریاں تصاویر شائع کرنے پر پابندی عائد کی جائے اور عورت کو اشتہار کے طور پر استعمال نہ کیا جائے۔

۶۔ نوجوان نسل کو کرکٹ وغیرہ کی بجائے کشمیر کو آزاد کرانے کے لئے جہاد کی ٹریننگ دی جائے اور عورتوں کے لئے پردے کی پابندی عائد کی جائے۔

(از۔ اللہ دتہ مجاہد' قصور)

قادیانیت کا پوسٹ مارٹم

نوادرات حضرت مولانا تاج محمود رحمۃ اللہ علیہ

آخری قسط

چند قابل توجہ نکات

بعض لوگ جن میں پڑھے لکھے صاحبان بھی شامل ہوتے ہیں مرزائیوں کے پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر یہ کہتے ہیں کہ مرزائی کلمہ پڑھتے ہیں' قبلہ کی طرف رخ کرکے نماز پڑھتے ہیں' مسلمانوں کا ذبیحہ کھاتے ہیں۔ ان میں کچھ لوگ بڑے اعلیٰ اخلاق کے ہوتے ہیں۔ قرآن و حدیث پر ایمان رکھنے کے مدعی ہیں وغیرہ وغیرہ۔ پھر انہیں دائرہ اسلام سے خارج کیوں قرار دیا جاتا ہے۔

اس سوال پر غور کرنے اور اس کے جواب کے لئے مندرجہ ذیل باتوں پر غور کرنا ضروری ہے۔

ایک شخص حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبی مانتا ہے۔ ایسا شخص یہودی ہے کیونکہ یہودی موسیٰ علیہ السلام کی امت کہلاتے ہیں۔ یہی شخص موسیٰ علیہ السلام کو نبی ماننے کے ساتھ ساتھ اگر عیسیٰ علیہ السلام پر بھی ایمان لے آتا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا سچا نبی ماننے لگ جاتا ہے تو اب یہ شخص یہودی نہیں بلکہ عیسائی امت کا فرد بن گیا اور اسے عیسائی کہا جائے گا کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام کو نبی ماننے والے عیسائی کہلاتے ہیں۔ پھر یہی شخص موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا سچا پیغمبر ماننے کے باوجود حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آتا ہے تو اب ایسا شخص نہ یہودی ہے' نہ عیسائی رہ گیا بلکہ اب یہ مسلمان کہلائے گا اور عیسائیوں سے خارج ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر وہی شخص حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مرزا غلام احمد کو نبی مان لیتا ہے تو اب نہ یہ یہودی ہے نہ عیسائی ہے' نہ مسلمان ہے بلکہ اب یہ مسلمانوں سے خارج ہو کر مرزائی ہو گیا ہے۔ نماز' روزہ یا کوئی نیک عمل' نبی بدل لینے کے بعد اسے پہلی امت میں شامل نہیں رکھ سکتا۔ امت کا دارومدار اعمال پر نہیں' بلکہ نبوت پر ہے۔ جو شخص یہودیوں سے نکل کر عیسائی ہوا اس نے موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا انکار نہیں کیا۔ جو شخص عیسائی سے مسلمان ہوا۔ اس نے بھی عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا انکار نہیں کیا بلکہ موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو اللہ کے سچے نبی مانتا ہے۔ مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کی وجہ سے اب وہ مسلمان ہے۔ جو شخص مرزا غلام احمد کی نبوت پر ایمان لے آتا ہے وہ موسیٰؑ' عیسیٰؑ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار نہیں کرتا لیکن حضورؐ کے بعد مرزا غلام احمد کو نبی تسلیم کرنے کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

یہ اصول جو اوپر ہم نے بیان کیا خود مرزائی رہنماؤں نے بھی اسے تسلیم کیا ہے چنانچہ مرزا غلام احمد کے صاحبزادے مرزا بشیر احمد اپنی ایک مشہور تصنیف میں لکھتے ہیں۔

"ایسا شخص جو موسیٰؑ کو مانتا ہے مگر عیسیٰؑ کو نہیں مانتا' یا عیسیٰؑ کو مانتا ہے مگر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں مانتا یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مانتا ہے مگر مسیح موعود (مرزا غلام احمد صاحب) کو نہیں مانتا وہ پکا کافر ہے۔"

(کلمۃ الفصل ص۲۸ مصنفہ مرزا بشیر احمد)

۲۔ اگر ہمارے بعض دوستوں کو یہ خیال آتا ہے کہ جب مرزائی کلمہ' نماز' روزہ وغیرہ کے پابند ہیں اور ہمارا ذبیحہ بھی کھاتے' ان کا قبلہ بھی وہی ہے تو انہیں کافر کیوں قرار دیا جاتا ہے۔ یہی سوال الٹا ہم مرزائیوں کے رہنماؤں پر کرتے ہیں کہ دنیا بھر کے ایک ارب مسلمان کلمہ' درود' نماز پڑھتے ہیں۔ قبلہ رو ہو کر نماز بھی پڑھتے ہیں' پورے قرآن مجید پر اور حضور" سرور کائنات کی تعلیمات پر ایمان رکھتے اور حتی المقدور عمل بھی کرتے ہیں پھر مرزائی انہیں کافر اور دائرہ اسلام سے خارج کیوں قرار دیتے ہیں۔ آخر اس کی کیا وجہ ہے۔ یہ الزام ہم اپنی طرف سے عائد نہیں کرتے حوالہ ملاحظہ ہو۔

"جو لوگ مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے۔ خواہ انہوں نے مسیح موعود کا نام بھی نہیں سنا وہ کافر ہیں اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔"

(حوالہ آئینہ صداقت ص۳۵ مصنفہ مرزا محمود احمد ولد مرزا غلام احمد قادیانی)

۳۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر یمامہ کے ایک مسیلمہ نامی شخص نے ایمان لانے کے بعد جھوٹا دعویٰ نبوت کر دیا۔ اس کے واقعات مفصل احادیث اور تاریخ اسلام میں موجود ہیں۔ وہ قرآن مجید پر ایمان رکھتا تھا' اذان بھی پڑھواتا تھا اور اس میں اشھدان محمد رسول اللہ کہا جاتا تھا' نمازیں' روزے کلمہ یہی تھا صرف یہ کہتا تھا کہ میں بھی حضور کے تابع ایک نبی ہوں۔ حضور نے اسے جھوٹا قرار دیا۔ اس کے بھیجے ہوئے سفیر کو مسترد کر دیا اور حضورؐ کے وصال کے بعد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دور میں صحابہؓ نے اس کے خلاف چڑھائی کی اور جہاد کیا۔ مسیلمہ کذاب اور اس کے ہزاروں ساتھی قتل کر دیئے گئے۔ نمازیں' اذانیں اور تمام اسلامی اعمال کے باوجود صحابہ کرام رضی اللہ عنھم نے اسے کافر مرتد قرار دیا اور اس کے خلاف جہاد کیا نہ صرف اسے بلکہ اس کے اکثر ساتھیوں کو تہ تیغ کر دیا۔

امید ہے ان تین نکات پر ہمارے سادہ لوح مرزائی دوست بھی اور دینی تعلیمات سے ناواقف مرزائیوں کے ہمدرد بھائی بھی غور کریں گے اور صحیح نتیجہ پر پہنچیں گے کہ حضور کے بعد دعویٰ نبوت کرنا خواہ اسے کتنے پردوں میں لپیٹ کر اور تاویلوں کے ایچ پیچ میں چھپا کر کیا جائے کتنا بڑا سنگین جرم ہے کفر ہے اسلام سے مرتد ہو جانا ہے اور یہی حال کسی جھوٹے مدعی نبوت پر ایمان لانا ہے خواہ اسے مسیح موعود کا نام دے کر یا مجدد اور مہدی کا نام دے کر ایمان لائے کفر اور دائرہ اسلام سے خارج ہو جانے کا باعث ہے۔

نکتہ دوم

بات مذاق اور تمسخر کی نہیں کھرے اور کھوٹے' سچے اور جھوٹے کی پہچان کی ہے۔ مرزا غلام احمد نے خود تحریر کیا ہے کہ۔

"ہمارا صدق یا کذب جانچنے کو ہماری پیشگوئی سے بڑھ کر اور کوئی (کسوٹی) امتحان نہیں۔"

(آئینہ کمالات طبع اول ص۲۸۸ اور طبع دوم ص۲۳۲)

مرزا صاحب نے بڑے زور و شور سے پیش گوئی کی کہ محمدی بیگم میرے نکاح میں آئے گی جب انکار ہو گیا اور لوگ اس پیش گوئی کا مذاق اڑانے لگے تو فرمایا۔

"یعنی انہوں نے ہمارے نشانوں کو جھٹلایا اور وہ پہلے ہنسی کر رہے تھے۔ سو خدا تعالیٰ ان کے تدارک کے لئے جو اس کام کو روک رہے ہیں تمہارا مددگار ہوگا اور انجام کار اس لڑکی کو تمہارے طرف واپس لائے گا۔ کوئی نہیں جو خدا کی باتوں کو ٹال سکے۔ تیرا رب وہ قادر ہے کہ جو کچھ چاہے وہی ہو جاتا ہے۔ بد خیال لوگوں پر واضح ہو کہ ہمارے صدق یا کذب جانچنے کو ہماری پیشگوئی سے بڑھ کر اور کوئی امتحان کی کسوٹی نہیں ہے۔"

(ملخص آئینہ کمالات مصنفہ مرزا غلام احمد ص۲۸۱ تا ۲۸۸)

مرزا صاحب کی یہ پیشگوئی اتنی واضح اور صاف ہے

کہ اس میں کسی بحث کسی تاویل اور کسی چکر کی گنجائش نہیں۔ محمدی بیگم مرزا غلام احمد کی وفات تک ان کے نکاح میں نہ آئی اور صحیح سلامت زندہ رہی اور اب پاکستان بن جانے کے بعد اس خاتون کی لاہور میں وفات ہوئی۔

مرزائی دوستو سے درخواست ہے کہ اگر ان کے دلوں میں ذرہ بھر خوف خدا موجود ہے۔ اور وہ مرنے کے بعد رب کے حضور پیش ہونے پر ایمان رکھتے ہیں تو مرزا صاحب کی بعد کی تاویلوں اور مرزائی مبلغوں کی لاطائل باتوں کے چکر کو چھوڑ کر مرزا صاحب کی اصل بات سے سمجھ لیں کہ اگر کوئی پیش گوئی ہی ان کے سچے ہونے کا معیار تھی تو محمدی بیگم کی پیشگوئی پوری نہیں ہوئی اور وہ اپنے فرمان کے مطابق سچے نہ تھے بلکہ جھوٹے تھے۔

اس سلسلہ میں بعض لوگ محمدی بیگم مرحومہ کا ذکر ازراہ مذاق اور تمسخر کرتے ہیں۔ ایسا ہرگز نہ کرنا چاہئے حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ فرمایا کرتے تھے کہ محمدی بیگم، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے باقی ماندہ معجزات میں سے ایک تھی۔ باوجود عورت ہونے کے مرزا صاحب نے قہر آسمانی کے نازل ہونے اور خدائی عذاب میں مبتلا ہو جانے کے بڑے بڑے اعلان کئے لیکن وہ مومنہ صادقہ ٹس سے مس نہیں ہوئی اور اس نے مرزا صاحب کو جھوٹا اور کذاب ثابت کرنے کے لئے امت محمدیہ کو ایک بہت بڑا ثبوت مہیا کر دیا۔ حق تعالیٰ اس مومنہ صادقہ کے آخرت میں درجات بلند فرمائے اور اس کو اعلیٰ علیین میں جگہ عنایت فرمائے۔

نکتہ سوم

مرزا صاحب نے ارشاد فرمایا کہ۔

"دیکھو میری بیماری کی نسبت بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشگوئی کی تھی جو اس طرح وقوع میں آئی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مسیح جب آسمان سے اترے گا تو دو زرد چادریں اس نے پہنی ہوئی ہوں گی اس طرح مجھ کو دو بیماریاں ہیں ایک اوپر کے دھڑ کی یعنی مراق اور ایک نیچے کے دھڑ کی یعنی کثرت پیشاب۔"

(اخبار بدر جلد دوم نمبر ۲۳ مورخہ ۷/جون ۱۹۰۶ء ص ۵)

اس سلسلہ میں تمام مرزائی دوست مرزا صاحب کی اس پیش گوئی پر غور فرمائیں کہ وہ مراق کے مریض تھے اور طب کا مسلمہ مسئلہ ہے کہ کبھی مراقی آدمی خدا ہونے کا یا نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔

اس سلسلہ میں علامہ حافظ کفایت حسین نے لاہور کے جلسہ عام میں فرمایا تھا کہ مرزائی بھائیو ہوش کے ناخن لو اگر میدان محشر میں داور محشر کے سامنے مرزا غلام احمد نے یہ کہہ دیا کہ یا اللہ میں نے اپنی کتابوں میں اپنے آپ کو مراقی لکھ دیا تھا۔ اس کے بعد جو لوگ مجھے نبی ماننے لگ گئے اس میں میرا کیا قصور ہے۔ یہ انہی لوگوں کی زیادتی ہے کہ مراقی شخص کو نبی مانتے رہے۔ اب اس کی سزا مجھے نہ دے بلکہ انہیں دے جو جانتے بوجھتے گمراہی پر لگ گئے تو بتاؤ مرزائیو

تمہارا حق تعالیٰ کے حضور اس روز جواب کیا ہوگا اور تم اپنے خالق حقیقی کے سامنے اس کا کیا جواب دے سکو گے۔

ختم شد

بقیہ: سانس کی بدبو کا علاج کیجئے

شہد، روغن زیتون اور روغن بادام بھی بالکل بے ضرر قبض کشا ہیں اور ان کے متواتر استعمال سے نقصان کا بھی اندیشہ نہیں ہوتا۔

" بالغرض مناسب ورزش، پانی کا زیادہ استعمال پھلوں اور سبزیوں کا بافراط خوراک میں شامل ہونا دائمی قبض کے خلاف کارگر ہے۔ اس کے برخلاف سست رہنا، مرغن ثقیل غذا کھانا، پانی مقدار سے کم استعمال کرنا دائمی قبض کے اسباب میں شامل ہے ایسے مریض جن کے منہ سے بدبو آتی ہو انہیں دائمی قبض کے علاوہ آنتوں کی صفائی اور معالج سے معائنہ بھی کرواتے رہنا چاہئے۔

چنانچہ ہر کھانے کے بعد دانتوں کی صفائی معمول بنائیے تاکہ غذا دانتوں میں جمع ہو کر تعفن پیدا کرنے کا سبب نہ بنے اگر کوئی دانت بوسیدہ ہو یا ہلنے لگے تو اسے نکلوا دیا جائے۔ مسوڑے پر ورم یا اس سے پیپ خارج ہو تو درج ذیل نسخہ کام میں لائیں۔

صبح و شام صفائی اکسیری پانچ پانچ ماشہ پانی سے کھائیں۔

بعد غذا جوارش جالینوس پانچ پانچ ماشہ پانی سے کھائیں۔

سوتے وقت اطریفل شاہترہ پانچ ماشہ پانی سے کھائیں۔

صبح و شام بعد از غذا کلی کریں اکلیل بادشاہ، بابونہ، تخم کتان، ملیٹھی ہر ایک چھ چھ ماشہ پانی میں دو گھنٹے بھگوئیں۔ پھر ابال کر چھان کر اس جوشاندہ سے کلیاں کریں۔

اکثر اوقات سگریٹ اور حقہ پینے والے اپنے منہ سے آنے والی مکروہ بدبو محسوس نہیں کر پاتے لیکن نزدیک بیٹھنے والے سخت بیزاری اور کراہت محسوس کرتے ہیں، اس لئے حقہ سگریٹ وغیرہ پینے سے پرہیز کرنا چاہئے۔

قسط نمبر ۲

از۔ محمد طاہر رزاق لاہور

قادیانی قاعدہ

سیالکوٹ کی نوکری کے دوران ہی انگریز نے دعویٰ نبوت کے لئے اس کا انتخاب کیا۔ وہ سیالکوٹ سے نوکری چھوڑ کر اپنے گھر قادیان چلا گیا اور جھوٹی نبوت کے کاروبار کی بنیاد رکھی۔ انگریز نے جھوٹی نبوت کے فروغ کے لئے تجوریوں کے منہ کھول دیئے۔ خود اقتدار کا زہر پینے والا مرتد کمال کا لوگوں کو زن، زر اور زمین کا لالچ دے مرتد بنانے لگا اور اس نے ملت اسلامیہ کے بالمقابل اپنے دین، اپنی نبوت اور اپنی امت کی بنیاد رکھی۔ یوں اس نے ملت اسلامیہ کی وحدت پر انگریزی نبوت کے کلہاڑے سے کاری وار کیا۔ کمال کا ۱۹۰۸ء کو مرض ہیضہ میں مبتلا ہو کر جہنم واصل ہو گیا اور قادیان کی خاک سے اٹھنے والے اس فتنہ کو قادیان ہی میں دفن کر دیا گیا۔

(ل)۔ لاہوری پارٹی

حکیم نورالدین کی موت کے بعد قادیانی جماعت دو ٹیموں میں بٹ گئی: ایک بشیر الدین الیون، دوسری مولوی محمد علی لاہوری الیون۔ پہلی ٹیم کا مرکز پہلے قادیان اور پھر ربوہ تھا اور دوسری ٹیم کا مرکز لاہور۔ بشیر الدین مرزا قادیانی کا بیٹا اور قادیانیوں کا دوسرا خلیفہ اور محمد علی مرزا قادیانی کا انتہائی قریبی ساتھی تھا۔ محمد علی کا ایک جدید تعلیم یافتہ آدمی تھا اور ایم۔ [illegible]

اس کی تعلیم اسے گمراہی سے نہ بچا سکی۔ قادیانیوں کا ماہوار رسالہ "ریویو آف ریلیجنز" جو مرزا قادیانی کی زندگی میں جاری ہوا، اس کا پہلا ایڈیٹر تھا۔ مرزا قادیانی اور حکیم نورالدین کے ساتھ مل کر شب و روز جھوٹی نبوت کے لئے کام کیا اور اپنے ایمان کا کام تمام کیا۔

دونوں ٹیموں میں اختلاف یہ تھا کہ قادیانی جماعت مرزا قادیانی کو نبی اور رسول مانتی تھی اور لاہوری پارٹی مرزا قادیانی کو مجدد اعظم، مصلح اکبر اور مسیح موعود مانتی تھی۔ حالانکہ یہ اختلاف ایسے ہی تھا جیسے کسی گندی نالی میں گرے ہوئی کسی بے قیمت و بے وقعت چیز پر دو فریق جھگڑ رہے ہوں۔ ایک فریق کہتا ہو کہ یہ یاقوت ہے اور دوسرا کہتا ہو کہ یہ زمرد ہے۔

مرزائیوں کی لاہوری اور قادیانی دونوں جماعتیں دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ ۱۹۷۴ء میں پاکستان کی قومی اسمبلی نے بھی ان دونوں جماعتوں کو کافر قرار دے دیا۔

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری سے ایک دفعہ کسی نے پوچھا "شاہ جی لاہوری اور قادیانی جماعت میں کیا فرق ہے" تو شاہ جی نے فی البدیہہ جواب دیا کہ "ایک کالا خنزیر ہے اور دوسرا سفید خنزیر۔"

(م)۔ مرزا بشیر الدین

ماسٹر تھا لیکن مرزا بشیر الدین ان تمام ماسٹروں کا ہیڈ ماسٹر تھا۔ وہ کفر و ارتداد کی ہر جہت سے لاثانی تھا۔ وہ معصیت کے ہر زاویہ نگاہ سے منفرد تھا وہ کذب و افتراء میں عدیم النظیر تھا۔ دجل و فریب میں امام عصر تھا۔ اس کے سارے وجود میں برائی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ نیکی کا کوئی ذرہ بھی اس کی جسم کو چھو کر نہیں گزرا تھا۔ اگر یہ کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا کہ شیطان اس کے پیکر میں زمین پر پھیرتا رہا اور انسانیت کی فصل کو روندتا رہا۔ مرزا بشیر الدین نے فتنہ قادیانیت کے لئے وہ کام کیا ہے جو اس کا باپ اور اس کے باپ کا موجد انگریز بھی نہ کر سکا۔ وہ تقریباً پچاس سال تک اپنے باپ کی جھوٹی نبوت کی جھوٹی خلافت کی مسند پر بیٹھا گلشن اسلام پر انگارے پھینکتا رہا۔ وہ حکیم نورالدین کی موت کے بعد دوسرا قادیانی خلیفہ بنا۔ اس کے عہد میں قادیان و ربوہ عصمتوں کے مقتل بنے رہے۔ صنف نازک کی چیخیں قصر خلافت کو گنجی اور دہتی رہیں۔ وہ سر پگڑی پہن کر لوگوں کی پگڑیاں مسلتا رہا۔ مذہب کا روپ دھار کر مذہب کو مصلوب کرتا رہا۔ وہ ہاتھ میں تسبیح پکڑتا لیکن تسبیح کے دانوں پر لوٹی ہوئی عصمتوں کو شمار کرکے گھوڑے کی طرح ہنہناتا۔ اس نے داڑی بھی رکھی ہوئی تھی لیکن اکثر داڑھی شراب سے آلودہ رہتی۔ وہ نوجوان قادیانی مبلغین کو بیرونی ممالک میں قادیانیت کی تبلیغ کے لئے بھیج دیتا اور پیچھے رہ جانے والی ان کی نوجوان بیویاں اس کے کمرے کی تتلیاں بن جاتیں۔ زمانہ شاہد ہے کہ اس درندہ صفت انسان کے ہاتھوں اس کی بیٹیاں بھی محفوظ نہ رہیں۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ جو عصمت رسالت پر ہاتھ ڈالتا ہے' اللہ پاک اس کے دل و دماغ سے عزت و عصمت کا مفہوم ہی چھین لیتا ہے۔ بشیر الدین قادیان و ربوہ کا آمر مطلق تھا۔ جو زبان بھی اس پر تنقید کرنے کی جرات کرتی' وہ زبان ہمیشہ کے لئے خاموش ہو جاتی۔ اس نے غنڈوں کی ایک جماعت تیار کر رکھی تھی جو اس کے مخالف کو اس کے اشارہ ابرو پر ایسا غائب کرتی کہ پھر کسی آنکھ کو وہ صورت نظر نہ آتی۔ اس نے پہلے قادیانی خلیفہ حکیم نورالدین کو قابو کرنے کے لئے ایک سازش کے تحت اس کی بیٹی سے شادی رچائی اور پھر بڑھاپے میں نورالدین کی کمر توڑنے کے لئے اس کے جوان بیٹے کو قتل کروا دیا۔ بشیر الدین اپنی آخری عمر میں بڑی مہلک بیماریوں میں مبتلا رہا۔ ڈاکٹر کی ہدایت کے مطابق اسے الگ کمرے میں بند رکھا جاتا۔ وہ پاخانے سے فارغ ہونے کے بعد اپنا گند پاخانہ کھا جاتا اور کچھ جسم پر مل لیتا۔ اس کا سر ہر وقت بار بار ہلتا رہتا جیسے گردن میں اسپرنگ لگے ہوں۔ پورا جسم فالج زدہ تھا' اس لئے چلنے پھرنے سے بھی عاری تھا۔ وہ مہینوں نہ نہاتا۔ غلاظت کی تہیں اس کے جسم پر جم چکی تھیں۔ سر' داڑھی اور مونچھوں کے بال کئی سالوں سے نہ کٹوانے کی وجہ سے وہ بھوت دکھائی دیتا۔ وہ غصہ میں آکر زور زور سے فحش گالیاں بکتا اور مطالبہ کرتا کہ مجھے میرے باپ مرزا قادیانی کی قبر پہ لے چلو۔ قادیانیوں نے اس کی تسلی کے لئے ایک رات' جبکہ وہ سویا ہوا تھا' چپکے سے اس کے کمرے میں مٹی کی ایک ڈھیری بنوا دی اور اسے کہا کہ یہ تیرے باپ کی قبر ہے۔ وہ قبر پہ لیٹتا' چیختا چلاتا اور قبر کی مٹی کبھی منہ میں ڈالتا اور کبھی سر میں۔ آخر ایک سر ظفر اللہ کے کہنے پر یہ جعلی قبر اٹھا دی گئی۔ بشیر الدین کے علاج پر لاکھوں روپیہ خرچ ہو گیا۔ ہر ڈاکٹر اور دوائی آزمائی گئی لیکن ذرہ برابر بھی فرق نہ پڑا۔ آخر بیرون ملک سے ایک بہت بڑے ہومیوپیتھک ڈاکٹر کو بلایا گیا۔ اس نے بشیر الدین کا تفصیلی معائنہ کرنے کے بعد کہا "میں بیماری کا علاج تو کر سکتا ہوں لیکن خدائی پکڑ کا علاج میرے پاس نہیں"۔

مرزا بشیر الدین کئی سال شدید بیمار رہا اور کئی عبرت کی داستانیں چھوڑنے کے بعد انتہائی ذلت کی موت مر گیا۔ شام کے سات بجے اس کی جان نکلی لیکن قادیانی جماعت نے رات کے دو بجے اس کی موت کا اعلان کیا۔ ربوہ کے کسی مرزائی کو کانوں کان خبر نہ تھی کہ ان کا خلیفہ مردار ہو چکا ہے۔ شام کے سات بجے سے رات دو بجے تک یعنی سات گھنٹوں میں مردہ بشیر الدین کے سر' داڑھی' اور مونچھوں کے بال کاٹے گئے۔ اس کے غلیظ دانتوں کو صاف کیا گیا۔ جسم کو رگڑ رگڑ کر غلاظت کی تہیں اتاری گئیں' پھر اس کے جسم پر بہترین خوشبویات چھڑکی گئیں تاکہ بدبو کا خاتمہ ہو۔ اس کے چہرے پر چمک پیدا کرنے والے کیمیکلز لگائے گئے اور پھر اس کی چارپائی کھلے دالان میں رکھ دی گئی۔ ایک بڑا مرکری کا بلب اس کے سرہانے اور دوسرا اس کی پاؤں کی طرف روشن کروایا گیا۔ چمکدار کیمیکلز لگے چہرے پر جب مرکری کے بلب کی تیز روشنی پڑتی تو مردار بشیر الدین کا منہ چمکنے لگتا۔ اس پر بڑے قادیانی تو سرہلاتے سادہ لوح قادیانی عوام تو کہتے "واہ' واہ' حضرت صاحب کو کیسا روپ چڑھا ہے"۔

جی ہاں! جناب جھوٹی نبوت کی دکان پر ایسے ہی سودے بکتے ہیں۔

لٹیروں نے جنگل میں شمع جلا دی ہے
مسافر یہ سمجھا کہ منزل یہیں ہے

(ن)۔ ناصر احمد مرزا

مرزا بشیر الدین کا سب سے بڑا بیٹا' مرزا قادیانی کا پوتا مرزا قادیانی کی دوسری بیوی نصرت جہاں بیگم کا سب سے بڑا پوتا تھا۔ اسے یہ "اعزاز" حاصل تھا کہ وہ مرتد ابن مرتد ابن مرتد اور زندیق ابن زندیق ابن زندیق تھا۔ دجل و فریب' کذب و افتراء اور کفر و ارتداد کی ابتدائی تعلیم گھر سے حاصل کی اور اعلیٰ درجے کا کفر و ارتداد سکھانے کے لئے اس فن کے مشہور قادیانی اساتذہ کی خدمات حاصل کی گئیں۔ والد مرتد کی صحبت سے بھی خوب "فیض" حاصل کیا۔ پھر اعلیٰ انگریزی تعلیم کے لئے انگلینڈ بھیج دیا گیا' جہاں سے اس نے آکسفورڈ یونیورسٹی سے بی۔ اے کیا۔ شاید انگریزی نبوت کا خلیفہ ہونے کے لئے انگریزی یونیورسٹی کی تعلیم ضروری ہے۔ تی۔ آئی کالج ربوہ کا پرنسپل بھی رہا۔ اس کے شاگرد کہتے ہیں کہ وہ انتہائی نالائق استاد تھا۔ اس نے کسی ریٹائرڈ پروفیسر سے نوٹس لے رکھے تھے اور وہ اپنے شاگردوں کو وہی نوٹس لکھوا دیتا۔ اگر کوئی طالب علم کلاس میں سوال کرتا تو اسے جھڑک کے بٹھا دیتا۔ اپنے باپ مرزا بشیر الدین کی موت کے بعد اپنی موروثی نبوت کی "گدی" پر بیٹھا اور وہ قادیانی نبوت کا تیسرا گدی نشین تھا۔ کئی قادیانی اسے بڑا منحوس خلیفہ مانتے ہیں کیونکہ اس کے دور میں انہیں کافر قرار دیا گیا۔ ذوالفقار علی بھٹو کا دور حکومت تھا۔ ایئر مارشل ظفر چوہدری قادیانی پاکستان فضائیہ کا سربراہ تھا۔ ربوہ میں قادیانیوں کا سالانہ جلسہ ہو رہا تھا۔ مرزا ناصر اور ایئر مارشل ظفر چوہدری قادیانی کی تیار کردہ سازش کے تحت دوران جلسہ پاکستان ایئر فورس کا ایک جہاز اڑتا ہوا آیا اور اس نے غوطہ لگا کر مرزا ناصر کو سلامی دی۔ پھر دوسرا جہاز آیا' اس نے بھی فعل دہرایا۔ پھر تیسرا جہاز آیا' اس نے بھی یہی حرکت کی۔ جہازوں کی سلامی وصول کرنے کے بعد اسٹیج پر کھڑے تقریر کرتے مرزا ناصر نے اپنی جھولی پھیلائی اور آسمان کی طرف منہ کر کے حاضرین کو مخاطب کر کے کہنے لگا میں دیکھ رہا ہوں کہ احمدیت کا پھل پک چکا ہے اور وہ جلد ہی میری جھولی میں گرنے والا ہے۔ اس کا اشارہ اس طرف تھا کہ عنقریب پاکستان میں قادیانیوں کی حکومت قائم ہو جائے گی۔ مرزا ناصر کو پاکستان ایئر فورس کے طیاروں کی سلامی دینے پر عوامی حلقوں سے ایک زبردست شور اٹھا۔ ذوالفقار علی بھٹو نے قادیانیوں کے خطرناک ارادوں کو بھانپتے ہوئے پاکستان فضائیہ سے ایئر مارشل ظفر چوہدری قادیانی کو چلتا کیا۔ مرزا ناصر بڑے دھڑلے سے کہا کرتا تھا کہ اس کے دور میں قادیانی کی حکومت قائم ہو جائے گی۔ لیکن میرے اللہ کی شان کہ اس کے دور میں ہی ایک زبردست تحریک ختم نبوت کے نتیجہ میں قادیانیوں کو پاکستان قومی اسمبلی نے کافر قرار دے دیا۔ قومی اسمبلی میں دوران بحث مناظر اسلام سفیر ختم نبوت مولانا مفتی محمود نے وہ درگت بنائی کہ چھٹی کا دودھ یاد آ گیا۔ مفتی صاحب سے بحث کے دوران بار بار رومال سے ماتھے کا پسینہ خشک کرتا اور پانی پیتا۔ کئی دفعہ بدحواسی کے عالم میں اول فول بکتا۔ مرزا ناصر رنگین آنچلوں سے کھیلنے کا بڑا شوقین تھا۔ اس رنگین و سنگین تاریخ کو اگر صفحہ قرطاس پر منتقل کیا جائے تو کئی دفاتر رقم ہو جائیں۔ ۱۱ راپریل ۱۹۸۲ء کو ۷۳ سال کی عمر میں ایک نوعمر دوشیزہ طاہرہ سے شادی رچائی۔ قادیانی اخبار "الفضل" میں کئی دن شادی کی بشارتیں اور فضائل چھپتے رہے' جسے سادہ لوح قادیانی بڑے شوق سے پڑھتے۔ ۲۳ رمئی کو بڈھا کھوسٹ ہنی مون منانے کے لئے اسلام آباد پہنچا۔ ۲۶ رمئی کو اس کی کوٹھی کے باہر مجلس تحفظ ختم نبوت کی جانب سے جلسہ ہوا۔ شاہین ختم نبوت مولانا اللہ وسایا کے گرجدار اور باطل شکن خطاب کے دوران مرزا ناصر کو دل کا دورہ پڑا۔ ۳۱ رمئی کو دوسرا دورہ پڑا۔ ۸ رجون کو دل کا تیسرا دورہ پڑا اور ۹ رجون کی درمیانی شب کو مولانا اللہ وسایا کے خطاب کی تاب نہ لاتا ہوا مردار ہو گیا۔ ابھی سیکنڈ ہینڈ دولہا کی شادی کے پھول بھی نہ

مرجھائے تھے' ابھی شادی کے فضائل اور بشارتوں کا سلسلہ بھی شروع نہ ہوا تھا' تو عمر رسن طاہرہ نے ابھی اپنے دادا کی عمر کے سرتاج کا جھریوں زدہ مکھڑا بھی نہیں دیکھا تھا کہ عزرائیل مرزا ناصر کو اچک کر لے گیا اور فنا کر کے جہنم میں مرزا قادیانی کے پاس پھینک دیا۔ بیوہ طاہرہ' جو حاملہ ہو چکی تھی' قادیانی رائل فیملی نے اس کا حمل زبردستی اس لئے ضائع کروا دیا کہ کل پیدا ہونے والا وراثت کا حقدار بن جائے گا۔ قادیانیوں کے موجودہ خلیفہ مرزا طاہر نے خوشی خوشی بڑے بھائی کا نام نہاد نماز جنازہ پڑھایا کیونکہ اس کی موت نے اسے قادیانی خلیفہ بنا دیا تھا۔ مرزا ناصر کو بہشتی مقبرہ میں دفن کروا دیا گیا کیونکہ قادیانی شریعت میں بہشتی مقبرہ میں تدفین کے لئے مرزا قادیانی کی اولاد سے کوئی فیس وصول نہیں کی جاتی۔ جبکہ دیگر قادیانیوں کو بہشتی مقبرہ میں دفن ہونے کے لئے اپنی جائیداد کا دسواں حصہ قادیانی جماعت کو دینا پڑتا ہے۔

(و)۔ ورق

ایک ورق...... جس میں قادیانی نبوت کا تعارف...... جس میں قادیانی نبوت کا حسن...... جس میں قادیانی نبوت کا اخلاق...... جس میں قادیانی نبوت کی حیا...... اپنے تمام نقاب الٹے ہوئے ہے...... مرزا قادیانی کے "گہربار" قلم اور "رخشندہ دماغ" سے اگلا ہوا تاریخ قادیانیت کا ایک "سنہری ورق" ۔۔ آپ بھی دیکھئے اور دوسروں کو بھی دعوت نظارہ دیجئے...... کیونکہ دیکھنے کی چیز ہے۔

مرزا قادیانی نے یہ لعنت جینہ قرطاس پر ایک ہزار دفعہ بکھیری ہے۔ یہ لعنت اس نے عالم اسلام کو بخشش پیش کی ہے۔ یہ لعنت پانچ صفحات پر مشتمل ہے' ہم نے بطور نمونہ صرف ایک صفحہ پیش کیا ہے۔ مرزا قادیانی اگر تو اپنی زہریلی فطرت کے ہاتھوں لعنت بھیجنے پر اتنا ہی مجبور تھا تو سارا دن کاغذ قلم لے کر یوں ایک ہزار مرتبہ لعنت لعنت لکھتا رہا۔ یہ سبق کسی چوہڑے سے لے لیتا جو جب آپس میں بدکلامی پر اترتے ہیں تو فن تکذیب سے کام لیتے ہوئے یک زبان ہی کہہ دیتے ہیں "تجھ پہ ہزار بار لعنت"۔ تو تو چوہڑوں سے بھی کم عقل تھا...... بہرحال مرزا قادیانی یہ لعنت مسلمانوں پر نہیں بلکہ تجھ پر اور تیری امت پر پڑ رہی ہے اور جو تیری امت کے چہروں پر واضح ہے!

(ہ) سے بڑا یوم مبارک

قادیان میں ایک شخص میاں منظور محمد رہتا تھا۔ اس کی بیوی کا نام محمدی بیگم تھا۔ اس کی دو بیٹیاں تھیں۔ ایک کا نام حامدہ بیگم اور دوسری کا نام صالحہ بیگم تھا۔ صالحہ بیگم کی پیدائش کے کچھ عرصہ بعد ۱۹۰۶ء میں محمدی بیگم حاملہ ہو گئی۔ مرزا قادیانی قرب و جوار کی حاملہ عورتوں کے بارے میں خوب خبر رکھتا تھا۔ محمدی بیگم تو ویسے بھی اس کی رشتہ دار تھی۔ جب مرزا قادیانی کو اس کے حمل کا پتہ چلا تو اس نے فوراً پیشن گوئی جھاڑ دی کہ میاں منظور محمد کی اہلیہ محمدی بیگم کے ہاں بیٹا پیدا ہو گا اور اس کا نام بشیر الدولہ ہو گا۔ پھر کہا کہ لڑکے کے نام ایک نہیں بلکہ دو ہوں گے۔ چنانچہ مرزا قادیانی لکھتا ہے۔

"۷ر جون ۱۹۰۶ء بذریعہ الہام معلوم ہوا کہ میاں منظور محمد کے گھر میں یعنی محمدی بیگم کا ایک لڑکا ہو گا جس کے دو نام ہوں گے (۱) بشیر الدولہ (۲) عالم کباب)"......(تذکرہ' طبع دوم' ص ۶۱۵)

پھر مرزا قادیانی کہتا ہے کہ مجھے اسی دن پھر الہام ہوا ہے کہ لڑکے کے نام دو نہیں بلکہ چار ہوں گے۔ مرزا قادیانی لکھتا ہے۔

"۷ر جون ۱۹۰۶ء اس کے بعد معلوم ہوا کہ اس لڑکے کے دو نام اور ہیں۔ ایک شادی خان کیونکہ وہ اس جماعت کے لئے شادی کا موجب ہو گا' دوسرے کلمتہ اللہ خان کیونکہ وہ خدا کا کلمہ ہو گا جو ابتداء سے مقرر تھا' اس زمانے میں پورا ہو جائے گا اور ضرور ہے کہ خدا اس لڑکے کی والدہ کو زندہ رکھے جب تک یہ پیشن گوئی پوری ہو اور گزشتہ الہام "اے ورڈ اینڈ ٹو گرلز" اس الہام کو پورا کرتا ہے جس کے معنی ہیں ایک کلمہ اور دو لڑکیاں ہیں تو جب کلمہ پیدا ہو گا تب یہ بات پوری ہو جائے گی' ایک کلمہ اور دو لڑکیاں"۔ (تذکرہ' طبع دوم' ص ۶۱۶)

گیارہ دن کے بعد مرزا قادیانی کو پھر الہام ہوا کہ لڑکے کے نام چار نہیں بلکہ نو ہوں گے۔ چنانچہ مرزا قادیانی لکھتا ہے۔

"۱۸ر جون ۱۹۰۶ء میاں منظور محمد کے اس بیٹے کا نام جو بطور نشان ہو گا بذریعہ الہام الٰہی حسب ذیل معلوم ہوئے۔

(۱) کلمتہ العزیز
(۲) کلمتہ اللہ خان
(۳) ورڈ
(۴) بشیر الدولہ
(۵) شادی خان
(۶) عالم کباب
(۷) ناصر الدین
(۸) فاتح الدین
(۹) بڑا یوم مبارک (تذکرہ' طبع دوم' ص ۶۲۰)

پورے قادیان میں نو ناموں والے لڑکے کا چرچا تھا۔ ماں باپ بڑی خوشی سے لڑکے کا انتظار کر رہے تھے۔ وہ خوشی سے پھولے نہ سماتے تھے کہ "بڑا یوم مبارک" کب آئے گا جب "شادی خان" ہمارے گھر تشریف لائے گا۔ لیکن مرزے کے الہام جھاڑنے کے ٹھیک ستائیس دن بعد جب وضع حمل ہوا تو دیکھنے والوں کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں کیونکہ محمدی بیگم کے ہاں نو ناموں والے لڑکے کی بجائے بغیر نام والی لڑکی پیدا ہوئی۔ جھوٹے مرزے نے جھوٹی تاویلوں کا سہارا لے کر کمال ڈھٹائی کا ثبوت دیا۔

کچھ عرصہ بعد لڑکی اور اس کی ماں محمدی بیگم دونوں مر گئیں۔ نو ناموں والا لڑکا نہ آیا۔ ماں بیٹے کا انتظار کرتے کرتے قبر کے گڑھے میں اتر گئی۔ میاں منظور کے گھر سے دو جنازے اٹھے۔ اموات کے دن میاں منظور قادیانی سے پوچھتا ہو گا' او کذاب! کیا یہی وہ "بڑا یوم مبارک" ہے جس کی تو نے پیشن گوئی کی تھی۔ یہ کیسا "بڑا یوم مبارک" ہے کہ میری بیوی بھی مر گئی اور بیٹی بھی مر گئی۔ جس دن مرزا قادیانی لیٹرین میں مرا تھا' شاید اس دن میاں منظور زور زور سے نعرے لگا کر اپنے دل کی بھڑاس نکال رہا ہو گا۔

"بڑا یوم مبارک"

ی سے یہودی

ظہور اسلام سے لے کر آج تک یہود اسلام اور مسلمانوں کے بدترین دشمن ہیں۔ یہود کی فتنہ ساز دماغوں نے اسلام کے خلاف ہزاروں سازشوں کو جنم دیا اور سینکڑوں فتنوں کو پیدا کیا۔ حتیٰ کہ پیغمبر اسلام جناب محمد عربی ﷺ کو ایک یہودی عورت نے زہر بھی دے دیا۔ یہود کی موجودہ ریاست "اسرائیل" فلسطینیوں سے ان کا وطن چھین کر عربوں کے قلب میں قائم کی گئی ہے۔ اسرائیل نے فلسطینی مسلمانوں پر ظلم و تشدد کے جو پہاڑ توڑے ہیں' وہ تاریخ انسانیت کے سیاہ ترین باب ہیں۔ اسرائیل مسلمانوں سے بیت المقدس چھین کر اس پر غاصبانہ قبضہ کر چکا ہے اور قبلہ اول کو آگ لگا کر اپنی خباثت کا مظاہرہ کر چکا ہے۔ اسرائیل نے عراق کی ایٹمی تنصیبات کو ایک گھناؤنی سازش کے تحت تباہ کیا اور اب پاکستان کی ایٹمی تنصیبات کو برباد کرنے کی دھمکیاں دے چکا ہے۔ کشمیر میں کشمیری مسلمانوں کی تحریک آزادی کو کچلنے کے لئے اسرائیلی کمانڈوز ہندوؤں کی امداد کے لئے پہنچ چکے ہیں اور وہ مسلمانوں کے خون سے اپنے ظالم ہاتھ رنگ رہے ہیں۔ بابری مسجد کو منہدم کر کے وہاں رام مندر بنانے کے لئے جب جنونی ہندوؤں نے بابری مسجد پر حملے شروع کئے تو دشمن اسلام اسرائیل نے ہندوؤں کو رام مندر کی بنیاد رکھنے کے لئے سونے کی اینٹ "تحفتہ" بھیجی۔ اسلام کے ان ازلی دشمنوں کے ساتھ قادیانیوں کے بڑے پیار بھرے مراسم ہیں۔ دونوں ایک دوسرے پر صدقے واری جاتے ہیں۔ پاکستان کے اسرائیل سے سفارتی تعلقات نہیں لیکن قادیانیوں کے لئے اسرائیل کے دروازے ہر وقت کھلے ہیں۔ یہودی اپنے مذہب میں اتنے سخت ہیں کہ اسرائیل میں کوئی مذہبی مشن کام نہیں کر سکتا لیکن اسرائیل میں قادیانی مشن قائم ہے۔ اسرائیل کو قادیانیوں پر اس قدر اعتماد ہے کہ اسرائیل کی فوج میں چھ سو سے زائد قادیانی بھرتی ہیں اور وہ یہودیوں کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خون سے ہاتھ رنگ رہے ہیں۔ ربوہ پاکستان میں اسرائیل کی برانچ ہے جہاں سے وطن عزیز کے رازوں سے اسرائیل کو باخبر رکھا جاتا ہے۔ اسرائیل کی جاسوسوں کی پناہ گاہ بھی ربوہ ہے۔ لندن میں قادیانی ریاست "اسلام آباد" جہاں دنیا کا جدید ترین پریس کام کرتا ہے' جسے نیویارک کی تاجر برادری کے یہودی چیئرمین ذیوڈ سلم نے مرزا قادیانی کی سالگرہ کے موقعہ پر ۱۹۸۵ء میں مرزا طاہر کو "تحفتہ" پیش کیا' تاکہ ان کا بھائی مرزا طاہر' اسلام کے خلاف زیادہ سے زیادہ ہرزہ سرائی کر سکے۔

باقی آئندہ

KHAT ME NUBUWWAT (AN INTERNATIONAL WEEKLY MAGAZINE)
Registered No. M-160

تحفۂ قادیانیت

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کے نائب امیر اوّل
حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی ظلہ کی تصنیف لطیف

○ آپ کے قلم سے مختلف اوقات میں لکھے جانے والے رسائل و مقالات کا مجموعہ ○ معلومات کا خزانہ ○ دلائل کا انبار ○ حقائق کا انکشاف ○ ایک درویش منش بزرگ کے قلم سے قادیانیوں کی ہدایت کا سامان ○ رحمۃ اللہ علیہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے تیرھویں صدی میں تحفہ اثنا عشریہ تحریر فرمایا ○ اور انہیں کے وارث حضرت لدھیانوی صاحب نے چودھویں صدی میں تحفہ قادیانیت تحریر فرمائی ○ عنوانات ملاحظہ ہوں ○ عقیدہ ختم نبوت ○ قادیانیوں کی طرف سے کلمہ طیبہ کی توہین ○ عدالت عظمیٰ کی خدمت میں ○ قادیانیوں کو دعوت اسلام ○ چوہدری ظفر اللہ کو دعوت اسلام ○ مرزا طاہر کے جواب میں ○ مرزا طاہر پر آخری اتمام حجت ○ دو دلچسپ مباہلے ○ قادیانی فیصلہ ○ شناخت ○ نزول عیسیٰ علیہ السلام ○ المہدی والمسیح ○ قادیانی اقرار ○ قادیانی تحریریں ○ قادیانی زلزلہ ○ مرزا قادیانی نبوت سے معراج تک ○ قادیانی جنازہ ○ قادیانی مردہ ○ قادیانی ذبیحہ ○ قادیانی اور تعمیر مسجد ○ غدار پاکستان (ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی) ○ گالیاں کون دیتا ہے ○ قادیانیوں اور دوسرے کافروں میں فرق ○ قادیانی مسائل ○ غرض ختم نبوت، حیات عیسیٰ علیہ السلام، کذب مرزا قادیانی اور کسی بھی مسئلہ پر یہ کتاب فیصلہ کن ہے ○ انسائیکلوپیڈیا ہے ○ قادیانی مذہب سے لے کر سیاست تک، مساجد سے عدالت تک کی کسی بھی ضرورت کے لئے اس کتاب کا آپ کے پاس ہونا ضروری ہے ○ دینی اداروں، علماء، مناظرین، وکلاء تمام حضرات کی لائبریریوں کے لئے ضروری ہے ○ صفحات ۵۰۰ ○ کاغذ عمدہ ○ کمپیوٹر کتابت ○ خوبصورت رنگین ٹائٹل ○ عمدہ اور پائیدار جلد ○ قیمت =/۱۰۰ روپے ○ جماعتی رفقاء و طلباء کے لئے رعایتی قیمت =/۸۰ روپے ڈاک خرچ بذمہ دفتر ○ پیشگی منی آرڈر آنا ضروری ○ مجلس کے مقامی دفاتر سے بھی طلب کریں ○

ملنے کا پتہ
مرکزی ناظم اعلیٰ، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت
صدر دفتر، حضوری باغ روڈ، ملتان۔ پاکستان۔ فون نمبر ۴۰۹۷۸